آندروجے چوباسا

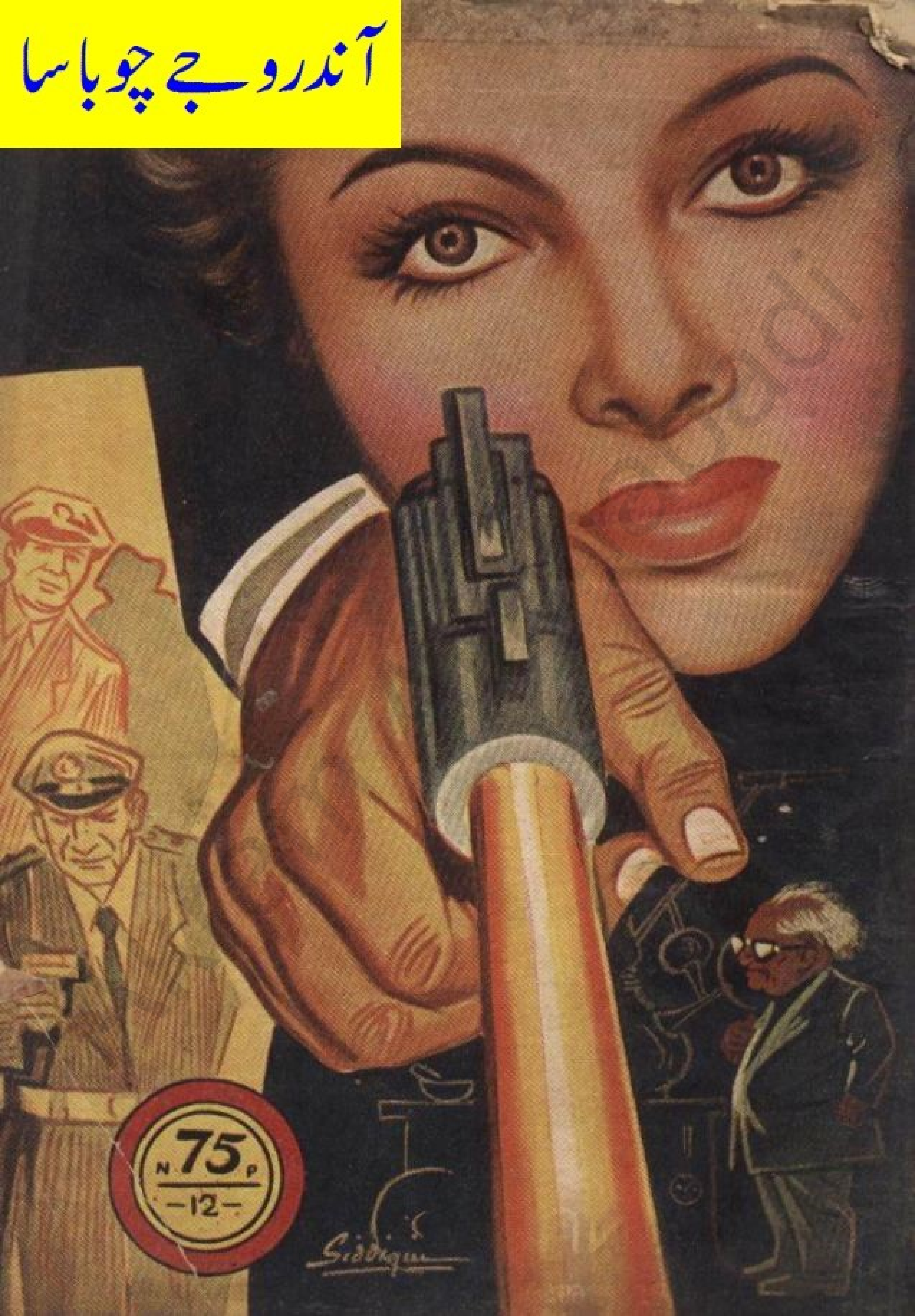

جاسوسی دائرہ سیریز

آندروے چوباسا

اکرم الہ آبادی

Akram Allahabadi

فرحت پبلیکیشنز۔ممبئی۔انڈیا

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

اس ناول میں شائع ہونے والے تمام واقعات،
مقامات و کردار فرضی ہیں۔ اس سے کسی طرح
کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے۔ جس کی مصنف،
پبلشر و پرنٹر پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

اس ناول کی دوبارہ اشاعت، ترجمے یا کسی اور مقصد سے استعمال کے
لئے پبلشر کی تحریری اجازت ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

پرنٹر: ----- ممبئی۔ انڈیا

Akram Allahabadi

انتساب

اپنے محترم دوست و کرم فرما۔

کونسلر ابراہیم مرچنٹ صاحب کے نام۔

جو اردو کے سرگرم عمل ہمدردوں میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

اکرم

Akram Allahabadi

پراسرار دھماکہ

بتدریج آہستہ ہوتی ہوئی محکمہ سراغ رسانی کے انچارج سپرنٹنڈنٹ خان کی لینڈ وباڈی سبز کار 'نورالصباح' کے احاطے میں داخل ہوگئی۔ پورٹیکو میں ایک نوجوان سا اکہرے بدن کا گورے رنگ کا آدمی ہونٹوں پر خوشگوار مسکراہٹ لیے شاید ان کا ہی منتظر تھا۔

''کیا غلام اس خشک سرزمین پر قدم رنجہ فرمانے کا سبب جان سکتا ہے؟''

سارجنٹ بالے نے اس کے ساتھ ہی گاڑی سے اترتے ہوئے خان سے پوچھا۔

''کسی غلام کو یہ پوچھنے کا حق نہیں۔'' سپرنٹنڈنٹ نے ویسا ہی جواب دے دیا۔

''اوہو، آپ تو زبان پکڑ لیتے ہیں۔میں نے تو ازراہِ فدویت عرض کیا تھا۔''

''مجھے فدوی قسم کے لوگ بھی پسند نہیں۔'' خان پورٹیکو کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے بولا۔

''لاحول ولاقوۃ۔چلیے میں الو کا پٹھا۔'' بالے جھنجلا گیا۔

''اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو آپ ہی خاں صاحب ہیں؟'' اس اکہرے بدن کے نوجوان نے استقبالیہ انداز میں آگے بڑھ کر خاں سے مؤدب پیرائے میں سوال کیا۔

''آپ قطعی غلطی نہیں کر رہے ہیں۔'' خان کی بجائے بالے بول اٹھا۔

''پروفیسر صاحب آپ ہی کا انتظار فرما رہے ہیں۔'' اس نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اور آپ کی تعریف؟'' بالے اسی سے الجھ گیا۔

Akram Allahabadi

''مجھے چندر کانت کہتے ہیں ۔ میں ان کا شاگرد ہوں ۔'' وہ خان کے پیچھے ہو کر بالے کے ساتھ چلنے لگا ۔

''یہ چندر کانت کیا چندر کیں ناٹ کا مخفف ہے؟'' بالے نے عجیب سا سوال کیا ۔ جس پر وہ بے اختیار ہنس پڑا ۔

''آپ تو خاصے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں ۔''

''تو آپ کو بھی یہ مغالطہ ہو گیا ، خیر ۔'' بالے نے یہ کہہ کر اس انداز سے منہ لٹکا لیا جیسے برا مان گیا ہو ۔

ایک اوسط درجے کے فرنیچر سے آراستہ ، مگر سادگی لیے ہوئے ڈرائنگ روم سے گزر کر وہ ایک ایسے کمرے میں پہنچ گئے جسے لائبریری بھی کہا جا سکتا تھا اور آفس بھی ۔ اس میں چاروں طرف دیواروں سے لگے ہوئے یا تو کتابوں کے شیلف تھے یا الماریاں ۔ ان سے اوپر دیواروں پر تناسب کے ساتھ کئی پورٹریٹ آویزاں تھے جو دنیا کے مختلف مشہور سائنس دانوں اور موجدوں کے تھے ۔ ان سب کے درمیان ایک بڑی سی چوکور میز کے دوسری طرف ایک ریوالونگ چیئر پر ایک اکہرے بدن کا مختصر سا آدمی بیٹھا تھا ۔ قد میں وہ اوسطاً پانچ فٹ سے کم رہا ہو گا ۔

اس کے خشک چہرے پر گھنی بھورے بالوں والی مونچھیں تھیں ۔ سر کے بال درمیان سے صاف تھے ۔ وہ اپنی کرسی میں اس طرح دھنسا ہوا تھا کہ دور سے اس کے موجود ہونے نہ ہونے کی تصدیق کرنا مشکل تھا ۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ پہلی نظر میں خان نے بھی اسے نظر انداز کر دیا تھا ، لیکن پروفیسر نے خود مہمانوں کو دیکھ لیا اور اٹھ کھڑا ہوا ۔

''ہیلو ، شاید آپ ہی سپرنٹنڈنٹ خان ہیں؟'' پروفیسر کی آواز نے انھیں چونکا دیا اور اس وقت بالے کی ایک حماقت خان کو محسوس ہوئے بغیر نہ رہ سکی ۔ وہ پروفیسر کو دیکھ لینے کے باوجود میز کی دوسری طرف آواز دینے والے کو جھانکنے لگا ۔ چہرہ اس نے اس قدر معصوم بنا لیا تھا

Akram Allahabadi

کہ اس کی اس حرکت کو کوئی اور دانستہ قرار بھی نہ دے سکتا تھا۔

''اور غالباً آپ ہی پروفیسر آندروے جے چوباسا ہیں۔'' خان نے مسکرا کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

میز کے اس پار مصافحہ کرنے کے لیے خان کو خود میز پر جھک کر ہاتھ بڑھانا پڑا۔ بالے اس پستہ قد معمولی خدوخال کی مختصر شخصیت کی غیر مختصر اہمیت سے اگر واقف ہوتا تو شاید اس وقت اسے ہنسی نہ آتی، لیکن وہ پھر بھی رومال کی آڑ میں اسے چھپا گیا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ یہ چھوٹی سی شخصیت اپنا کتنا بڑا مقام رکھتی ہے۔ پروفیسر آندروے جے چوباسا جسے خود کو مغربی طرز پر آندروے جے کہلانے کا خبط تھا، قومی ایٹمی کمیشن کے ممبروں میں ایک اہم حیثیت رکھتا تھا۔ وہ چاہتا تو اپنی قابلیت کی بنیاد پر اس کمیشن کا صدر بھی چنا جا سکتا تھا، لیکن اسے نہ تو عہدوں اور صدارتوں سے دلچسپی تھی نہ ہی وہ اپنے لیے کسی قسم کی پبلسٹی پسند کرتا تھا۔ وہ انتہائی تنہائی پسند اور مردم بیزار قسم کا آدمی تھا۔ لوگ تو کہتے تھے کہ اس نے اپنی بدصورتی اور پستہ قامتی کی وجہ سے احساسِ کمتری میں مبتلا ہو کر آج تک شادی نہ کی تھی، لیکن اس کے قریبی حلقوں کا خیال اس سے مختلف تھا۔ ان کا بیان تھا کہ پروفیسر کو سائنسی تحقیق اور ایجادات سے اس قدر عشق ہے جس قدر ایک وفادار شوہر کو اپنی خوبصورت بیوی سے۔ اور وہ دل و دماغ کے ساتھ اسی ایک شغف کا ہو کر رہ گیا ہے۔ کمیشن کے جلسوں میں بھی وہ اتفاق سے ہی جایا کرتا تھا۔ اس کا نام اگرچہ اعلیٰ سرکاری حلقوں میں سنا جاتا، لیکن بہت کم لوگ ہونگے جنھوں نے اسے دیکھا ہوگا۔ اس تک پہنچنا بھی ہر آدمی کے بس کا کام نہ تھا۔ وہ ہر صحافی، ہر پریس فوٹوگرافر، ہر طالبِ علم اور ہر اس ملاقاتی سے ملنے سے انکار کر دیتا، جس سے خود ملنا وہ اپنے کام یا اپنی دلچسپی کے سلسلے میں ضروری نہ سمجھتا ہو۔ سائنس کے اکثر طلبا اور طب و علم الابدان کے اکثر محقق اس کے بنگلے کے کئی کئی چکر کاٹتے رہتے، لیکن انھیں ہر بار ایک ہی جواب ملتا۔

''افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پروفیسر آندروے جے آپ سے نہ مل سکیں گے۔ وہ

Akram Allahabadi

بہت مصروف ہیں۔"

یہی جواب خان اور بالے کو بھی ملا ہوتا، اگر وہ خود پروفیسر سے ملنے پہنچے ہوتے، لیکن کیونکہ پروفیسر نے خود ہی خان کو طلب کیا تھا، اس لیے بغیر کسی تاخیر یا وقت کے وہ پروفیسر تک پہنچا دیے گئے۔

"تشریف رکھیے۔" پروفیسر نے سامنے والی نشستوں کی طرف اشارہ کیا۔ پھر وہ چندرکانت سے مخاطب ہو کر بولا۔ "مدھم روشنی جلا دو، میری آنکھوں میں کچھ تکلیف ہے۔" اور چندرکانت نے بڑے ادب سے پیچھے ہٹ کر ایک دیوارگیر بورڈ پر لگے ہوئے ایک سوئچ کو آن کر کے دوسرے کو آف کر دیا۔ تیز روپہلی روشنی کی جگہ ہلکی نیلگوں ٹھنڈی روشنی نے لے لی اور پروفیسر اپنے کاندھے ڈھیلے کر کے کرسی پر پیچھے کی طرف ٹک گیا۔

"میں آپ پر بھروسہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟" پروفیسر نے خان سے عجیب سا سوال کیا۔

"میں یقیناً اس قابل ہوں۔" خان کا یہ جواب بھی بالے کو کچھ عجیب سا معلوم ہوا۔

"اور یہ کون ہیں؟" پروفیسر کا اشارہ بالے کی طرف تھا۔

"بھروسے کی حد تک یہ مجھ سے جدا نہیں ہیں۔ میرے خاص اسسٹنٹ سارجنٹ بالے۔"

"خیر، میں انھیں نہیں جانتا، میری سکریٹری ان کی تواضع کرے گی۔ آپ میرے ساتھ تشریف لایئے۔" وہ یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور خان بھی۔

بالے کو پروفیسر کا یہ جملہ اس قدر ناگوار گزرا کہ اگر خان موجود نہ ہوتا تو وہ شاید کوئی بدتمیزی کر بیٹھتا۔ اس کا جی چاہا کہ اس مختصر سے آدمی کو کسی چڑچڑے بچے کی طرح گود میں اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دے، مگر پروفیسر کے اس تلخ جملے میں ایک لفظ ایسا بھی تھا جس نے اس کے غصے پر فل اسٹاپ لگا دیا، 'میری سکریٹری'۔

Akram Allahabadi

اور وہ 'میری سکریٹری' کا تخیلی خاکہ ذہن میں کھینچنے لگا، لیکن اگر وہ کمبخت بھی اپنے اس باس کی طرح مختصر نسل کی ہوئی تو؟ لیکن فوراً بعد ہی اس خیالات کی تردید ہوگئی، کیونکہ اسی وقت ایک دوسرے دروازے سے ایک سفید رنگ کی لڑکی داخل ہوئی ۔وہ ہاتھ میں ایک شیشے کا پیالہ لیے ہوئے تھی ۔وہ شکل وشباہت سے اینگلو انڈین معلوم ہوتی تھی ۔اس کے بال گہرے بھورے اور آنکھوں کی پتلیاں گہری نیلگوں تھیں ۔اس کے رخساروں پر کشمیری سیب جیسی سرخی جھلک رہی تھی ۔قد میں موزونیت تو تھی ہی، لیکن اس کا سڈول جسم جیسے قدرت نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہو۔وہ ہر صورت سے بالے کے خرمن ہوش پر بجلی تو کیا ایٹم بم گرانے کے قابل تھی ۔ اس کی آنکھیں بڑی اور کھلی ہوئی، ناک پتلی اور نتھنوں کے درمیانی حصے سے ذرا اٹھی ہوئی ۔اور ہونٹ پتلے اور سرخ تھے ۔زرد ساڑے کا نچلا گھیرا اس کی خوبصورت پنڈلیوں کے رنگ سے مل گیا تھا ۔اس کا منہ بند تھا، ورنہ شاید بالے نے اس کے دانتوں کے موتی یا کنکر ہونے کا بھی جائزہ لے لیا ہوتا ۔اس نے ایک نظر میز سے علیحدہ کھڑے ہوئے سارجنٹ بالے کی طرف دیکھا اور اس سے نظریں ملتے ہی بالے کو شمپئن کے پہلے پیگ کا مزا آ گیا ۔اس نے ایک جھرجھری سی لی اور پروفیسر کی طرف دیکھنے لگا جو اپنی پشت پر ایک بند دروازہ کھول رہا تھا ۔یہ دروازہ مقفل تھا اور اس لیے ضرور کسی اہمیت کا حامل رہا ہوگا ۔خان اب پروفیسر کے نزدیک جا کھڑا ہوا تھا ۔ بالے نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا، جیسے کہہ رہا ہو'آپ کی تقدیر میں وہ بڈھا لنگورا اور اپنی قسمت میں حور۔لیکن پروفیسر کی نظر جیسے ہی لڑکی کے ہاتھ میں تھمے ہوئے پیالے پر پڑی اس کے چہرے کی کیفیت بدل گئی ۔وہ غضبناک ہوگیا ۔

''اس وقت لانے کو کس نے کہا تھا؟'' اس نے غصیلے لہجے میں لڑکی سے سوال کیا ۔ جس پر وہ اس طرح گھبرا گئی جیسے کوئی بہت زبردست بھول ہوگئی ہو ۔

''میں سمجھی آپ...آپ انتظار کر رہے ہوں گے ۔'' وہ اسے میز پر رکھتے ہوئے بولی ۔

''پاگل ہو، بیوقوف ہو ۔بالکل گدھی ۔'' پروفیسر سر جھٹک کر بڑبڑایا ۔

Akram Allahabadi

"اس میں کیا شک ہے، ورنہ زاغ کی چونچ میں انگور۔" بالے زیرلب بڑبڑایا۔

مگر خان کی متجسس نگاہیں اس پیالے پر جا کر جم گئیں۔ اس میں پارے جیسا کوئی چمک دار سیال مادہ بھرا ہوا تھا۔ پروفیسر نے خان کی طرف ایک نظر دیکھا۔ پھر وہ لڑکی کی طرف کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔

"لے جاؤ اسے اور رکھ کر جلدی واپس آؤ۔ میرے مہمان اتفاق سے ہی آتے ہیں اور تم انھیں بھی ریسیو کرنے کے لیے موجود نہیں رہتیں۔" اس کا انداز جھنجلایا ہوا تھا۔

لیکن جواب میں لڑکی کچھ نہ بولی اس نے خموشی سے پیالہ میز پر سے اٹھا لیا، پھر اس نے ایسی نظروں سے پروفیسر کو دیکھا جیسے سب کے سامنے کی جانے والی اس بے عزتی پر خاموش احتجاج کر رہی ہو۔

"اگر آپ اس چمک دار چیز میں دلچسپی لے رہے ہوں تو میں بتا دوں کہ وہ صرف چاندی کا پانی ہے۔" پروفیسر نے خان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اوہ، نہیں، میں تو آپ کے رویے کے متعلق سوچ رہا تھا۔" خان نے چونک کر جواب دیا۔

"مجھے بے وقت کی شہنائی بالکل پسند نہیں۔ میں ہر کام کا اس کے وقت پر ہونا پسند کرتا ہوں۔" پروفیسر نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"خیر، یہ آپ کے ذاتی معاملات ہیں۔ مجھے کیوں طلب کیا ہے، یہ ارشاد فرمایئے؟" خان نے حسب عادت مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہی بتانے جا رہا ہوں۔" پروفیسر نے مقفل دروازے کو کھولنے کے بعد اسے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور خان اس تاریک سے حصے میں داخل ہو گیا جو دروازے کے اس پار تھا۔ پروفیسر نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اب وہ ایک تنگ و تاریک راہداری سے گزر رہے تھے۔ یہاں پروفیسر نے ایک ٹارچ جیب سے نکال لی تھی، جس کی روشنی میں وہ راہ طے کر رہے

Akram Allahabadi

تھے۔

"یہ میری لیبارٹری ہے۔یہاں آنے والے آپ وہ پہلے شخص ہیں جن پر میں نے اپنے دو واسطوں کے علاوہ اعتبار کیا ہے۔"

"تو کیا آپ کا تمام کام خفیہ طور پر ہوتا ہے؟"

"جب تک میرے تجربات مکمل نہیں ہو جاتے، میں قطعی رازداری برتتا ہوں۔"

پروفیسر نے داہنی طرف گھومتے ہوئے کہا۔وہ خان کے ساتھ چلتے ہوئے دور سے اپنے باپ کے ساتھ جاتا ہوا کوئی دبلا پتلا لڑکا ہی نظر آ سکتا تھا،لیکن اس کی شخصیت اتنی بااثر اور بااختیار تھی کہ اچھے اچھے اس کے سامنے بے ادبی کرنے کی بھی جرأت نہ کرتے تھے۔اب وہ ایک ایسے کمرے میں تھے جس میں دائیں بائیں دو راستے پھوٹے تھے۔کمرے میں روشنی ہو رہی تھی، لیکن کوئی موجود نہ تھا۔پروفیسر دائیں سمت کے راستے پر چل پڑا۔خان خوشی سے اس کے پیچھے چلتا رہا۔

یہ کاریڈور آگے جا کر ایک لمبے سے کمرے کے دروازے پر ختم ہو گیا تھا،جس کی کھڑکیوں میں شیشے ہی شیشے لگے ہوئے تھے۔ان میں اندر کی طرف ریشمیں ڈوریوں پر گہرے نیلے رنگ کے پردے جھول رہے تھے جو ان ڈوریوں کو منسلک کرنے والی ایک موٹی رسی کے لٹکے ہوئے سرے کو صرف ایک جھٹکا دینے سے کھڑکیوں کو ڈھانک لینے کے لیے پھیل جاتے۔

اس کمرے میں کئی میزیں تھیں اور ان پر مختلف قسم کے سائنسی آلات نصب تھے۔ ایک کونے میں ایک الیکٹرک جنریٹر بھی نصب تھا۔ایک چینی کا حوض تھا،جس میں کئی فوارے لگے ہوئے تھے۔ان کے علاوہ ایک دوسرے کونے میں ایک عجیب ساخت کی چھوٹی سی مشین نصب تھی، جس کے اوپر دیوار پر دور تک تھوڑے تھوڑے فاصلے سے چھوٹے چھوٹے ٹرانسفارمر لگے ہوئے تھے اور ایک موٹا سا تار جو شیشے کے خول میں تھا ان میں سے گزرتا ہوا ایک میز پر رکھی ہوئی کیمرہ نما مشین میں پیوست ہو گیا تھا۔اس کمرے کے دوسرے سرے پر

Akram Allahabadi

ایک وزنی فولادی دروازہ تھا، جس میں ایک چھ انچ چوڑی اور ۱۹ انچ لمبی شیشے کی کھڑکی بنی ہوئی تھی ۔اس دروازے پر باہر لگی ہوئی ایک تختی پر، 'خطرہ۔ داخلے کی قطعی ممانعت'، کے الفاظ پینٹ کیے ہوئے تھے ۔پروفیسر اس دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔اس نے خان کو وہیں ٹھہرنے کی ہدایت کی اور کمرے میں رکھی ہوئی ایک فولادی الماری کے پٹ کھول کر اس میں سے دو عجیب سے لباس نکال لایا۔ یہ لباس ایسے موٹے کپڑے کے تھے جو مومیا ہوا معلوم ہوتا تھا، لیکن اس میں کچھ ایسی چمک تھی جیسے کسی سفید دھات کے باریک تار بھی اس کی بنائی میں پرو لیے گئے ہوں ۔

''اسے پہن لیجیے۔'' وہ ایک سوٹ خان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا اور دوسرا خود پہننے لگا۔انھوں نے اپنی پوشاکوں پر ہی وہ سوٹ پہن لیے، جن سے ان کا تمام جسم، ہاتھ اور سر تک ڈھک گئے ۔صرف آنکھوں کی جگہ شیشے لگے ہوئے تھے، جن سے وہ دیکھ سکتے تھے ۔ناک سے ایک دو نالی نصب تھی، جس کے پچھلے سرے پشت کی طرف نکلے ہوئے تھے ۔

''اب آیے۔'' پروفیسر نے فولادی دراوزہ کھولتے ہوئے خان کو اندر چلنے کو کہا۔

اندر داخل ہوتے ہی خان کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا دم گھٹ رہا ہو۔اس کمرے میں نہ روشن دان تھے نہ کھڑکیاں صرف اس داخلی دروازے میں ایک کھڑکی تھی اور اس میں بھی موٹا شیشہ لگا ہوا تھا۔جس چیز کو وہ سمجھ نہ سکا وہ ایک عجیب سا فولادی سنڈ ورتھا فولادی چبوترہ تھا، جس میں کئی پائپ لگے ہوئے تھے ۔اس کا ایک تقریباً ۲ انچ کی قطر کا دہانہ تھا، جس کے اندر بہت تیز قسم کی روشنی دہک رہی تھی ۔

''اگر ہم اس سوٹ کے بغیر اس ری ایکٹر کی زد میں آجائیں تو خود ریڈیو ایکٹیو ہوجائیں ۔'' پروفیسر آندرو جے نے اپنے ہیڈ ماسک کے اندر لب ہلائے اور اس کی آواز خان کو اپنے ہیڈ ماسک میں اس طرح سنائی دی جیسے کوئی فون پر بول رہا ہو ۔

''یہ کیا ایٹمی بھٹی ہے؟'' خان نے پوچھا۔

Akram Allahabadi

''موٹے طریقے پر سمجھنے کی حد تک یونہی سمجھ لو۔'' پروفیسر نے بات گول کر دی۔

اس کمرے سے گزرنے کے بعد وہ اس سے ملحق ایک کشادہ ہال نما حصے میں پہنچ گئے ۔اس کمرے میں ایک طرف ایک کیمرہ نما مشین لگی تھی جس سے آبدوز کی دوربین کی طرح کی ایک چھ انچ موٹی بال نصب تھی۔

''یہ ایٹمی قوت کی ایک نئے قسم کی دوربین ہے۔''

جواب میں خان نے صرف سر ہلا دیا، لیکن پروفیسر چلتے چلتے ٹھٹک گیا۔ وہ حیرت سے ایک میز کی طرف دیکھ رہا تھا جو تقریباً ساتھ فٹ لمبی اور ڈھائی فٹ چوڑی تھی۔ وہ خالی تھی۔

''کیوں؟ کیا ہوا، پروفیسر؟'' خان نے پوچھا۔

''میں حیران ہوں۔ واقعی حیران ہوں۔ یہاں سے تو کوئی زندہ بھی نہیں نکل سکتا نہ کہ ایک لاش۔'' وہ بڑبڑایا۔

''کون نکل گیا؟ آخر بات کیا ہے؟'' خان نے دریافت کیا۔

''میرا اسسٹنٹ۔ میں اس کی لاش اسی میز پر چھوڑ کر آپ کو فون کرنے گیا تھا۔''

''بہتر ہوگا کہ آپ تفصیل بتائیں، تاکہ میں کچھ سوچ سکوں۔'' خان ہیڈ ماسک میں بولا۔

''اور یہ... یہ الماری... او میرے خدا۔'' پروفیسر اس کی بات پر دھیان دیے بغیر کشادہ کمرے کے ایک کونے کی طرف گھور رہا تھا۔ یہاں ایک الماری رکھی تھی اور اس کے پٹ کھلے ہوئے تھے۔

''میری کئی سالوں کی محنت برباد ہو گئی۔''

''کیا اس مقام سے باہر نکلنے کا کوئی اور دروازہ نہیں ہے؟'' خان نے سوال کیا۔

''قطعی نہیں۔ کھڑکی تک نہیں۔'' پروفیسر بڑبڑایا۔ ''اور یہ بھی تو ناممکن ہے کہ کوئی چیز

Akram Allahabadi

میرے روم کی طرف سے لے جائی گئی ہو۔ میں تو خود وہیں موجود رہا ہوں۔"

"میں آپ سے تفصیلی بیان دینے کی گزارش کرونگا۔"

"تفصیل؟ تفصیل اس سے زیادہ کیا بتاؤں کہ میں ایک گھنٹے قبل جب اس جگہ آیا تھا تو مجھے اپنے اسسٹنٹ کی لاش فرش پر پڑی ہوئی ملی تھی، لیکن مجھے اس سے زیادہ اس چیز کی فکر ہے جو اس الماری سے غائب ہے۔"

"الماری میں تھی کیا بلا آخر؟ اور آپ کا اسسٹنٹ یہاں کیا کر رہا تھا؟"

"میں نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں نے کبھی اسے اس کمرے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی تھی۔"

"آپ اس کی نیت پر شبہ کر رہے ہیں؟"

"نہیں۔ وہ تو پوری طرح میرے بھروسے کا آدمی تھا۔ ایک نوجوان، شریف آدمی۔ میں نے سائنسی علوم کے حصول کے عشق میں ابھی تک اپنی شادی بھی نہیں کی تھی۔ میں نے اس کمرے میں صرف اس کی لاش دیکھی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی مجبوری اسے یہاں لائی ہو۔"

"اور کوئی نہیں تھا یہاں؟"

"کوئی نہیں۔ ری ایکٹر کے سامنے سے صرف اسی سوٹ کو پہن کر گزرا جا سکتا ہے۔ یہ پورا کمرہ ریڈیو ایکٹیو اثرات سے بھرپور ہے۔"

"کیا آپ کا اسسٹنٹ سوٹ پہنے ہوئے نہیں تھا؟"

"نہیں، ورنہ مجھے اس کی لاش اس کیفیت میں نہ ملتی۔"

"آپ یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ وہ مر چکا تھا؟"

"میں نے خود اس کے تنفس کا جائزہ لیا تھا، اس کی نبض ٹٹول کر دیکھی تھی۔"

"آپ کے خیال میں اس کی موت کی کوئی وجہ؟"

"ری ایکٹر کے سامنے آنے سے آدمی فوراً مر تو نہیں جاتا، البتہ ریڈیو ایکٹیو ہو جاتا

Akram Allahabadi

ہے اور پھر وہ جس چیز کو چھو لے ریڈیو ایکٹیو اس میں بھی پھیل جاتی ہے۔ موت واقع بھی ہو سکتی ہے، لیکن جلدی نہیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ کافی پہلے یہاں آیا ہو؟"

"نہیں۔ وہ اپنے وقت پر بھی لیبارٹری میں آیا تھا، صبح ۹ بجے۔"

"الماری کا کیا معاملہ ہے؟"

"اوہ، اصل معاملہ تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ میں سمجھ رہا ہوں کہ میری کئی سالوں کی محنت برباد ہو گئی ہے، اس لیے میں نے آپ کو بلایا ہے۔ اس میں میری ایک عجیب وغریب ایجاد تھی۔" وہ کہتے کہتے پھر رک گیا۔

"آخر کیا چیز تھی وہ؟"

"بتا رہا ہوں، بشرطیکہ آپ وعدہ کریں کہ اسے اپنے تک ہی رکھیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ذرا بھی اس تشہیر نہ ہو پائے، ورنہ وہ انسانیت کے لیے ایک مصیبت بھی بن سکتی ہے۔"

"آپ مجھ پر بھروسہ کریں۔"

"بھروسہ نہ ہوتا تو آپ ہی کو کیوں بلواتا، خیر سنیے۔ وہ دراصل ایک ریڈیم..." لیکن پروفیسر کے لبوں سے ابھی اتنے ہی الفاظ نکلے تھے کہ وہ ایک چیخ مار کر ری ایکٹر کی طرف دوڑ پڑا۔

"آپ باہر کی طرف بھاگیے، مسٹر خان۔ ہم میں ابھی آتا ہوں۔" وہ خان کی طرف رخ کر کے چیخا اور خان بغیر کچھ سمجھے سوچے اس کمرے سے دوڑ کر نکل آیا، لیکن وہ باہر والے کمرے میں آ کر تھم گیا۔ اس نے وہ سوٹ اتار ڈالا اور دروازے کے شیشے سے ری ایکٹر والے روم میں جھانکنے لگا۔ اس نے دیکھا ری ایکٹر کا ایک پائپ برسٹ ہو گیا تھا اور اس میں سے بڑی تیزی سے نیلگوں شعلے نکل رہے تھے۔ پھر آپ سے آپ پوری لیبارٹری ہلنے لگی، جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ اور اس وقت اگر خان پروفیسر کا انجام دیکھنے کے لیے وہاں چند سیکنڈ اور ٹھہر جاتا تو خود

Akram Allahabadi

اس کا بھی وہی حشر ہوا ہوتا۔

وہ جیسے ہی پروفیسر کی لیبارٹری سے نکل کر اس کے ملاقاتی کمرے میں آیا، ایک خوفناک دھماکے نے اس کے قدم لرزا دیے۔ اسے دوسری طرف سے بالے دوڑتا ہوا نظر آیا۔

"باہر بھاگو... باہر۔" خان حلق پھاڑ کر چیخا اور خود بھی باہر کی طرف دوڑ پڑا۔ شاید ان کی تقدیر میں موت ہی نہ تھی، ورنہ اسی وقت تو ان کا بچ نکلنا کسی معجزے سے کم نہ تھا۔ وہ جیسے ہی پروفیسر آندروجے کی قیام گاہ 'نورالصباح' کے پورٹیکو سے نکل کر احاطے میں آئے، مسلسل خوفناک دھماکوں سے فضا لرز اٹھی۔ یہ دھماکے اتنے زوردار تھے کہ آس پاس کی عمارتوں کی کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔

خان نے اس وقت چندر کانت کو پاگلوں کی طرح باہر کی طرف دوڑتے دیکھا۔

"اسے پکڑو، بالے۔ میں کار لا رہا ہوں۔" خان نے بالے سے کہا۔ اور بالے چندر کانت کے پیچھے تیزی سے دوڑ پڑا۔ خان نے کار اسٹارٹ کرنے میں ذرا بھی دیر نہ لگائی، ورنہ وہ بھی پورٹیکو کے اوپری حصے کے ملبے کے نیچے آ گئی ہوتی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

لاشیں نہیں ملیں

پولیس ہیڈ کوارٹرز میں محکمہ خفیہ کے دفاتر کے انویسٹی گیشن روم میں مہندر کانت پریشان اور خوفزدہ سا سپرنٹنڈنٹ خان کے سامنے بیٹھا تھا۔ خان کے پاس والی کرسیوں پر ڈاکٹر زاہد اور ڈاکٹر سید بیٹھے تھے۔ وہ خود بھی نورالصباح کے کھنڈر میں تبدیل ہو جانے کا منظر اپنی آنکھوں دیکھ کر آئے تھے۔

''آپ کا کیا خیال ہے، ڈاکٹر؟'' خان نے ڈاکٹر سید کی طرف گھوم کر پوچھا۔

''ہم میں سے کوئی اس بات سے غیر متفق نہیں کہ یہ دھماکے ری ایکٹر کے پھٹ جانے سے ہی ہوئے ہیں، ورنہ عام بارودی دھماکے تو فولادی دیوار کے ٹکڑے نہیں کر سکتے تھے۔'' ڈاکٹر سید نے کہا۔

''کیا اس واقعے سے آپ لوگ کسی نتیجے پر پہنچ سکے ہیں؟'' خان نے ان سے ہی سوال کیا۔

''اسے اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے کہ ری ایکٹر پھٹ جائے اور یہ بھی اس وقت ممکن ہے جب اس میں ایٹمی حرارت اعتدال سے بڑھ گئی ہو۔''

''خیر، آپ لوگوں نے جو تکلیف کی اس کا بہت بہت شکریہ۔ میں اب اور وقت نہیں ضائع کروں گا آپ کا۔'' خان نے رخصت طلب انداز میں کہا۔ پھر وہ انھیں دروازے تک چھوڑنے آیا، لیکن ڈاکٹر نے اسے واپس کر دیا۔

اب وہ چندر کانت کی طرف مخاطب ہوا۔

''میں آپ کو اس کیس میں کسی مشتبہ مجرم کی حیثیت نہیں دے رہا، لیکن آپ پروفیسر کے بارے میں جس قدر معلومات مجھے پہنچا سکیں گے اتنا ہی ہمارے لیے حالات کو سمجھنا آسان

Akram Allahabadi

ہو جائے گا۔'' خان نے اس سے نرمی سے کہا، لیکن چندر کانت اب تک خوفزدہ ہی تھا۔

''مم میں کچھ نہیں جانتا، سپر نٹنڈنٹ صاحب۔ پروفیسر صاحب کے ذاتی معاملات یا تو کچھ تھے ہی نہیں اور اگر تھے تو کم از کم میں ان کا رازدار کبھی نہ تھا۔ میرا کام تو جب وہ سکھانا چاہیں ان سے کچھ سیکھ لینا یا پھر فرصت کے اوقات میں ان سے اپنی سمجھ میں نہ آنے والے سوالات پوچھنے تک محدود تھا۔''

''کم از کم ان لوگوں سے تو آپ واقف ہی ہوں گے جو پروفیسر سے ملنے آتے رہے ہوں۔''

''ان سے گھر پر ملنے کا کسی کو موقع نہیں ملتا تھا۔ البتہ کبھی کبھی ڈاکٹر جوزف اور کبھی ڈاکٹر کرشن آجاتے تھے اور یہ ان کے پائے کے ہی لوگ ہیں۔''

''آپ ان کے ساتھ کب سے تھے؟''

''صرف چھ مہینے سے۔''

''اور وہ لڑکی؟''

''میں جب پہلے پہل آیا تو وہ پروفیسر کے ساتھ ہی تھی، لیکن میں نے کبھی ان سے یا اس لڑکی سے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں پوچھی۔ میں اس سے کبھی بے تکلف نہیں ہوا۔''

''کیا کل صبح نو اور دس کے درمیان نورالصباح میں کوئی نیا آدمی داخل نہیں ہوا تھا؟''

''میری دانست میں تو سوائے آپ لوگوں کے۔''

''آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ آپ نے یہ بھی جھوٹ کہا ہے کہ آپ پروفیسر کے ساتھ چھ مہینے سے ہیں۔ حالانکہ وہاں کے دربان نے آپ کو زیادہ سے زیادہ تین مہینے سے وہاں آتے جاتے دیکھا ہے۔''

خان کے اس جملے سے وہ اور گھبرا گیا۔ اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرات چمکنے لگے، جنہیں رومال سے صاف کرتے ہوئے اس نے سر جھکا لیا۔

Akram Allahabadi

"میں سچ کہہ رہا ہوں، سپرنٹنڈنٹ صاحب۔ میں ان کے ساتھ چھ ماہ سے ہی تھا۔ تین مہینے تک میں کمیشن میں ان کا معاون شاگرد رہا۔ اس کے بعد انھوں نے مجھے اپنی ذاتی لیب میں کام کرنے کے لیے بلوا لیا تھا۔" چندر کانت نے جواب دیا۔ خان اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے گھورنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں گھبراہٹ اور مایوسی کے ساتھ ساتھ معصومیت کی بھی جھلک تھی۔ خان دونوں کاندھے جھٹک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"تو آپ اس لڑکی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے؟"

"جی بس اتنا کہ اس کا نام ڈوریا تھا۔ وہ یہودی لڑکی تھی اور والچند اسٹریٹ میں ہی کہیں رہتی تھی۔"

"کہاں؟"

"مجھے پورا پتا معلوم نہیں۔ یہ میں نے خود اسی کے منہ سے ایک دن سنا تھا۔"

"اچھا، کیا آج صبح ایک پریس رپورٹر ہم سے پہلے پروفیسر سے ملنے نہیں آیا تھا؟" خان یہ کہہ کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ پریس رپورٹر کا نام سنتے ہی چندر کانت کا چہرہ ایک زرد پڑ گیا۔ اس کے ہاتھ پیر کانپنے لگے۔

"جج...جی...وہ..نہیں تو..."

"آپ چھپانے کی کوشش کریں گے تو خود پھنسیں گے۔" خان نے مشفقانہ انداز میں اسے سمجھایا۔

چندر کانت چند سیکنڈ سر جھکائے رہا۔ پھر ایک فیصلہ کن انداز میں اس نے سر اٹھایا۔

"جی ہاں۔ وہ ایک پریس رپورٹر تھا۔ اس نے مجھ سے صرف اتنی رعایت چاہی تھی کہ وہ اپنے اخبار کے لیے پروفیسر کے دو چار پوز لے لے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ پروفیسر یا کوئی اور اسے نہ دیکھ پائے۔ وہ چھپ کر پوز لے گا۔ میں نے اسی شرط پر اجازت دے دی تھی کہ پروفیسر کو معلوم نہ ہو، کیونکہ وہ خود اپنی پبلسٹی سے نفرت کرتے تھے۔"

Akram Allahabadi

''دیکھیے نا،اب ہوئی کچھ کام کی بات۔'' خان مسکرایا۔''اچھا،تو وہ کس اخبار کا رپورٹر تھا؟''

''مارننگ اسٹینڈرڈ بتایا تھا اس نے۔''

''کیا آپ نے اس سے کوئی شناختی کارڈ یا بیج طلب کیا تھا؟''

''جی نہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ اخبار والے اس قسم کی حرکتوں کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔''

''اچھا پھر کیا ہوا؟''خان اسے کریدنے لگا۔

''میں اس وقت باہر ہی رہا۔کیونکہ جب تک پروفیسر خود نہ بلائیں میں ان کے سامنے نہیں جاتا تھا۔البتہ وہ رپورٹر کچھ دیر بعد اندر سے نکل آیا۔اس نے بتایا کہ وہ پوز لے چکا ہے۔وہ کئی بار میرا شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔

''اس کا حلیہ؟''

''چھریرا بدن تھا۔نوجوان اور اچھے قد و قامت کا آدمی تھا۔اس کی بغل میں ایک کیمرہ بھی لٹک رہا تھا۔چہرہ بیضوی اور آنکھیں چھوٹی تھیں۔اور ناک... ناک شاید کچھ آگے کو جھکی ہوئی۔''

''اس کے اندر جاتے وقت آپ کس جگہ تھے؟''

''پورٹیکو کے پاس والان میں۔پروفیسر کی خفگی کے ڈر سے میں نے یہ جھوٹ بولنے کا بھی تہیہ کرلیا تھا کہ اگر انھوں نے رپورٹر کو دیکھ بھی لیا تو میں کہہ دونگا کہ وہ چوروں کی طرح داخل ہوا ہے۔میں نے اسے نہیں دیکھا۔میں نے رپورٹر سے بھی کہہ دیا تھا کہ اگر وہ دیکھ لیا گیا تو میں ایسا کہونگا۔اور اسی لیے میں عمارت کے اگلے حصے میں رہا۔''

''باہر نکلتے ہوئے وہ آپ کو کس جگہ ملا تھا؟''

''شاید اندر ہال کے دروازے پر۔اس وقت پروفیسر نے مجھے اندر سے گھنٹی بجا کر بلوایا تھا۔اور میں ہال سے گزر رہا تھا۔رپورٹر نے مجھے بتایا کہ اس کا کام بغیر کسی مشکل کے ہوگیا

ہے۔"

"کیا آپ نے اسے ہال کے بیرونی دروازے سے پورٹیکو کی طرف جاتے دیکھا تھا؟"

"میں نے یہ خیال نہیں کیا، کیونکہ مجھے پروفیسر کے پاس پہنچنا تھا۔"

"پروفیسر نے کیوں بلوایا تھا آپ کو؟"

"یہ کہنے کے لیے کہ اگر کہیں سے کوئی کال آئے تو میں ہی ریسیو کروں اور کہہ دوں کہ آج پروفیسر بہت مصروف ہیں، وہ لیب سے باہر نہ آسکیں گے۔"

"اس وقت ان کی لیڈی سکریٹری کہاں تھی؟"

"میں نے غور نہیں کیا، لیکن زیادہ تر وہ پروفیسر کے اسٹیڈی روم میں رہتی تھی، یا پھر اپنے کمرے میں۔"

"کیا اس کے کمرے کا کوئی اور دروازہ ہال میں بھی کھلتا تھا؟" خان نے پوچھا۔

"ہاں۔ مگر کیوں؟ اوہ... لیکن ایسا نہیں ہوسکتا۔ وہ پروفیسر کی معتمد خاص تھی۔ وہ بہت سیدھی لڑکی تھی۔"

"اس تھی اور ہے میں کیا فرق ہے؟"

"فرق؟ مم میں تو اس واقعے کی مناسبت سے کہہ رہا ہوں۔ جب پروفیسر ہی نہیں رہ گئے تو ان سے متعلق ہر بات ماضی میں ہی کہی جائے گی۔"

"پروفیسر کی موت کی ابھی تصدیق نہیں ہوئی ہے۔" خان یہ کہہ کر چبھتی ہوئی نظروں سے اسے گھورنے لگا۔

"مم... میں نے تو لوگوں کو یہی کہتے سنا ہے۔" وہ خشک حلق میں تھوک نگلتے ہوئے بولا۔

"کہاں؟"

Akram Allahabadi

"یہیں... باہر... اور شاید وہ ڈاکٹر بھی یہی کہہ رہے تھے۔"

"انھوں نے پروفیسر کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی۔"

"تو کیا وہ زندہ ہیں؟" یہ کہتے ہوئے چندرکانت کی آنکھوں میں ایک چمک سی پیدا ہو گئی۔

"یہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ ویسے ان کے دوسرے اسسٹنٹ کے بارے میں آپ کیا معلومات رکھتے ہیں؟"

"دوسرا اسسٹنٹ کون؟ چتر ویدی؟"

"ہُم۔ شاید یہی نام ہو۔"

"وہ ان کے ساتھ لیب میں رہتا تھا۔ میں اس کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ بہت سلجھا ہوا سنجیدہ آدمی تھا۔ میری اس کی جان پہچان اس وقت ہوئی تھی جب وہ معدنیات کی ریسرچ کمیٹی کا ممبر تھا۔ اس کے بعد وہ پروفیسر کے پاس آ گیا تھا۔"

"آپ کے آنے سے پہلے یا بعد میں؟"

"غالباً بہت پہلے۔ مجھے ٹھیک سے معلوم نہیں۔"

"آپ کے خیال میں پروفیسر اور چتر ویدی ان دنوں میں کون سا خاص تجربہ کر رہے تھے؟"

"مجھے ان کے لیب کے پروگراموں کے بارے میں کچھ علم نہیں، کیونکہ لیب کے اندر جانے کی سعادت مجھے ابھی تک نصیب نہیں ہوئی تھی۔ میں صرف ابتدائی ایٹمی تھیوریز کی تعلیم ان سے لے رہا تھا۔"

"کیا ڈوریا لیب میں جاتی تھی؟"

"میں نے عرض کیا ہے کہ وہ ان کی معتمد خاص تھی، لیکن وہ اس پر مہربان ہوتے ہوئے بھی اس سے بعض اوقات کافی سختی سے پیش آتے تھے۔ بہرحال میں نے اسے اکثر

Akram Allahabadi

پروفیسر کے ساتھ لیب میں جاتے دیکھا ہے۔"

"چترویدی حادثے کے وقت کہاں تھے؟" خان نے پوچھا۔

"وہ لیب میں ہی رہا ہوگا۔صبح ۹ بجے ہی آکر لیب میں چلا جاتا تھا۔"

"خیر، آپ اس وقت جاسکتے ہیں۔ویسے مجھے کسی قسم کی مزید معلومات حاصل کرنی ہوئیں تو پھر تکلیف دوں گا۔"

"شوق سے۔شوق..." وہ نڈھال کیفیت میں اٹھتے ہوئے بولا۔" لیکن آپ نے پروفیسر کے بارے میں نہیں بتایا کہ وہ حیات ہیں یا...؟"

"ابھی یہ فیصلہ نہیں ہوسکا ہے۔" خان نے مبہم سا جواب دیا اوراسے کچھ اور بولنے کی جرأت نہیں ہوئی۔وہ انویسٹی گیشن روم سے باہر نکل ہی رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور بالے اندر داخل ہوا۔بالے خان کو دیکھ کر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا، لیکن خان کی نظروں کے اشارے کو سمجھ کر خاموش ہورہا۔چندرکانت نکل کر چلا گیا۔

"پروفیسر کوتو زمین کھا گئی اوراس لڑکی کو آسماں۔" بالے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ہائے، کیا لیڈی سکریٹری تھی۔خدا سب کو دے۔" اس نے ٹھنڈی سانس کھینچ کر کہا۔

"ملبے کی تلاشی اچھی طرح لی گئی تھی نا؟"

"جی نہیں، بری طرح لی گئی۔ایک ایک اینٹ کے دوٹکڑے کرکے دیکھے گئے، لیکن اس میں تو پروفیسر کی لاش ملی نہ لیڈی..."

"اور کچھ؟" خان نے بات کاٹ دی۔

"جی ہاں۔پروفیسر کے گھر میں حرام کی روٹی توڑنے والے چار چھ چوہوں کی لاشیں ملی ہیں۔ایک خانساماں کی لاش ملی اور وہ بیچارے جانور جو تجربہ گاہ کے پنجروں میں بند تھے۔"

Akram Allahabadi

"اور مشینیں؟" خان نے پوچھا۔

"کئی حصوں میں تقسیم ہو کر ملی ہیں۔ مال خانے میں جمع کرا دی گئی ہیں۔"

"ایٹمی بھٹی کا کیا حشر ہوا؟ آگ بجھ گئی؟"

"ابھی تھوڑی سی باقی ہے اور بھائی حرام مو نچھ بیٹھے اس پر چنے بھون رہے ہیں۔"

"معاملہ کچھ عجیب سا ہے۔" خان نے اس کے مذاق کو نظر انداز کرتے ہوئے سوچ کر کہا۔ "اسسٹنٹ کی لاش پہلے ہی غائب ہو چکی تھی۔ میں اس حادثے کو اتفاق نہیں قرار دے سکتا، بالے۔"

"تو بالے نے کب کہا کہ آپ..."

"چپ رہو، مجھے سوچنے دو۔"

"میں بھی سوچ رہا ہوں۔" بالے اپنی ناک موڑ کر چھت کو گھورنے لگا۔

دوسرے دن صبح کے تمام اخبارات میں پروفیسر آندروجے اور نورالصباح کے حادثے کی خبر سیاہ چوکھٹوں میں شائع کی گئی، لیکن رپورٹ بہت مختصر تھی۔ اس میں صرف یہ بتایا گیا تھا، 'تجربہ گاہ میں ری ایکٹر کے پھٹ جانے کی وجہ سے نورالصباح کی مضبوط اور شاندار عمارت کھنڈر میں تبدیل ہو گئی۔ ابھی تک پروفیسر اور ان کے اسسٹنٹس کی لاشیں نہیں مل سکی ہیں، جن میں ایک خاتون بھی شامل تھیں۔ فائر بریگیڈ نے آگ پر قابو پا لیا ہے۔ لاشوں کی تلاش جاری ہے۔'

رپورٹ اسی قدر تھی جس قدر خان کے محکمے کی طرف سے پریس کو دی گئی تھی۔ لاشوں کے نہ ملنے کا معاملہ مصلحتاً گول رکھا گیا تھا اور خان نے اپنا اور بالے کا ذکر اور پروفیسر کے اسسٹنٹ چترویدی کی موت اس کی لاش کی گمشدگی اور الماری وغیرہ کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا تھا۔ ورنہ خبر کی نوعیت کچھ سے کچھ ہو جاتی۔ ویسے بھی نہ جانے کیوں خان نے بالے کو بھی لیب کے اندر کے واقعات نہیں بتائے تھے۔ وہ صرف یہ کہہ کر ٹال گیا تھا، میں اور پروفیسر کچھ گفتگو کر

رہے تھے تب ہی ری ایکٹر میں کچھ گڑبڑ ہوئی اور پروفیسر مجھے باہر جانے کی ہدایت کر کے خود اسے ٹھیک کرنے چلا گیا۔

لیکن بالے اس جواب سے مطمئن نہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ خان اس سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا ہے اور جب خان کچھ چھپانا ہی چاہتا تو اس کے فرشتے بھی اس سے کچھ اگلوا نہ سکتے تھے۔

خان یہ یہ رویہ اس کیس کے بارے میں بالکل سرد سا تھا۔ وہ اس کیس پر کسی سے بحث کرنے کو تیار نہ تھا۔ ڈی سی پی کے استفسار پر بھی وہ یہ کہہ کر ٹال گیا کہ ابھی اسٹیڈی کر رہا ہوں۔ اور سرکاری حلقوں کے جواب میں بھی وہ اسے حادثے سے منسوب کر کے ٹال گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے زبان کھولی تو معاملات کچھ کے کچھ ہو جائیں گے۔ پروفیسر آندرو جے چوباسا کوئی معمولی شخصیت نہ تھی۔ اب تک اس کے لیے ملک کے لیڈروں اور سائنس دانوں کے بیانات تعزیت اخبارات میں وصول ہو رہے تھے اور سب کا یہی کلیہ تھا، 'ملک نے ایک عظیم سائنسداں، ایک بڑی قیمتی شخصیت کھو دی'۔

البتہ جس مطالبے پر پریس والے اپنے طور پر اور اعلیٰ حکام اپنی ذمے داریوں کے لیے اس کا سر کھا رہے تھے۔ وہ ان کی لاشوں کو برآمد کرنے سے متعلق تھا۔

پروفیسر کی آخری رسوم سرکاری طور پر احترام و احتشام کے ساتھ انجام پانی چاہیے تھی اور اسی لیے دن دن بھر ٹیلی فونوں پر اس کا دماغ چاٹا جا رہا تھا۔ اور وہ پھر بھی مطمئن تھا۔ سہ پہر کو جب ڈی آئی جی نے اسے براہِ راست طلب کر کے لاشوں کے بارے میں استفسار کیا تو اس نے انھیں یہ وعدہ لے کر تمام واقعات بتا دیے کہ وہ ان کا تذکرہ دوسرے حکام سے بھی نہ کریں گے، ورنہ پریس تک سن گن پہنچ گئی تو اتنی چیخ و پکار ہو گی کہ سنبھالنا مشکل ہو جائے گا اور پھر معاملہ اور بگڑ جائے گا۔ اتنی اہم شخصیت کے معاملے کو دبانا آسان نہیں ہے۔"

"لیکن سوال تو یہاں لاشوں کی دستیابی کا ہے۔ اتنا اہم شخصیت کے معاملے کو دبانا

Akram Allahabadi

آسان نہیں ہے۔"ڈی آئی جی نے فکر مند لہجے میں کہا۔

"حالات اس سے زیادہ اہم معلوم ہوتے ہیں۔ ویسے پریس اور حکام کو چند دنوں کے لیے خاموش کرنے کے لیے یہی صورت ممکن ہے کہ ایک اعلان کر دیا جائے۔"

"کیسا اعلان؟"ڈی آئی جی نے چونک کر پوچھا۔

"یہی کہ لاشیں مل گئی ہیں، لیکن ان کی نوعیت ایسی ہے کہ حادثے کی تحقیقات مکمل ہونے تک پولیس انھیں ورثاء کے حوالے نہیں کر سکے گی۔"

"تو وہ دیکھنے کی ضد کریں گے؟"

"میں ان کی یہ ضد بھی پوری کر دوں گا۔"

"وہ کیسے؟"ڈی آئی جی نے حیرت سے کہا۔

"یہ کوئی خاص چیز نہیں۔ شیشے کے دو کیس یا دو جالی دار بکسوں میں میں اپنے ایسے دو آدمی میک اپ کر کے لٹا دوں گا جن کی جسمانی ساخت پروفیسر اور اس کے اسسٹنٹ سے ملتی جلتی ہو۔"

"اور وہ لڑکی؟"

"اسی کو غائب رکھ کر حادثے کی تحقیقات کا تماشہ جاری رکھا جائے گا۔"

"تماشہ؟"

"جی ہاں۔ بظاہر یہ تماشہ ہی ہو گا۔"

"خیر بھئی، جو سمجھ میں آ رہا ہے کرو، میں تو اس کرسی کی ذمے داریوں سے پریشان ہو گیا ہوں۔"ڈی آئی جی نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ سب مجھ پر چھوڑ دیجیے۔"خان یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور ڈی آئی جی کو سلام کر کے باہر نکل آیا۔ وہ سر ٹیڑھا کیے سوچتے ہی رہ گئے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

پراسرار لڑکی

''ابے واہ بے ڈیوٹ۔یہ فوٹو گرافر کب سے بن گئے تم؟''

''کیوں کیا اوا؟ ذوق شوق ہے اپنا اپنا۔''شوکت نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''ٹھیکیداری چھوڑ کے اسٹوڈیوز کھولنے کا ارادہ ہے کیا؟''

''اسٹوڈیو کھولوں یا مال گودام، میری خشی۔تمہیں کائے کو درد ہوتا ہے؟''شوکت نے اکھڑے ہوئے لہجے میں یہ کہہ کر منہ پھیر لیا۔وہ دراصل ایک گوری پنڈلی والی خوبصورت سی لڑکی کو گھور گھور کر دیکھتا ہوا پارک سے نکلا تھا اور خلاف توقع شوکت کو ایسی جگہ دیکھ کر بالے نے ادھر سے گزرتے ہوئے اپنی کار روک دی تھی اور شوکت نے کیمرہ اونچا اٹھایا ہی تھا کہ بالے کے الفاظ نے اسے اس طرح چونکا دیا جیسے کوی چوری پکڑی گئی ہو۔یہ بے وقت کی مداخلت شوکت کو اس قدر ناگوار گزری تھی کہ اس کا بس چلتا تو بالے کو کار سمیت اٹھا کر کسی گٹر میں پھینک دیتا۔بالے کی مسکراہٹ اس وقت اسے زہر میں بجھی ہوئی لگ رہی تھی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟''بالے نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

''ہاں جاؤ ہو رہا ہے جو ہو رہا ہے۔تم کون خدائی خوجدار ہو۔یانی کہ خدائی فوجدار۔''

''میں تمہیں بدچلنی کے الزام میں جیل میں ڈال سکتا ہوں۔''

''ارے ہوش کی لو میاں خاں۔جیل نہیں ہوئی باپ کا یتیم خانہ ہو گیا۔ہوں...ڈال سکتا ہوں۔بھوت دیکھا ایسے۔''

''اچھا ذرا تم اس لڑکی کو چھیڑ کے دیکھو۔''بالے نے چیلنج کیا۔

''کائے کو چھیڑوں، تمہیں چھیڑنا جاؤ۔''

Akram Allahabadi

"بس نکل گئی سب بہادری۔"

"یہ بات ہے تو لو اے..اے...شش شش۔"

شاید شوکت کی "شش شش" لڑکی کے کانوں تک پہنچ گئی۔وہ چلتے چلتے پلٹ پڑی اور رک کر اس کی طرف خشمگیں نظروں سے دیکھنے لگی۔

"اررر... بالے بھائی...وہ تو پلٹ پڑی سالی۔" شوکت بغلیں جھانکنے لگا۔لڑکی اب پلٹ کر اسی طرف آ رہی تھی۔

"پلٹ پڑی تو کھاؤ جوتے، میں تو چلا۔" بالے نے کار آگے بڑھانی چاہی۔

"ارے نہیں یار۔عورت ذات ہے۔اللہ جانے کس طرح پیش آئے۔" شوکت بالے کو روکنے کی کوشش کرنے لگا۔لڑکی اب قریب آ گئی تھی۔اس نے ایک اچٹتی نظر بالے پر ڈالی اور پھر شوکت سے مخاطب ہو گئی۔

"آپ نے یاد فرمایا تھا مجھے؟"

"قون...میں...اے لو۔وہ یعنی کہ میں کیوں یاد کرتا؟ کوئی میں آپ کا وہ ہوں؟" شوکت جواب دیتے ہوئے بوکھلا گیا۔لڑکی اسے غصیلی نظروں سے گھور رہی تھی۔

"یہ سیٹی پھر کیا تمہارے باپ نے بجائی تھی؟" وہ شوکت پر غرائی۔

☆☆☆☆☆☆

بالے لیڈی کے ترقی پسندانہ مذاق کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔کمرے کی دیواروں پر جو تصویریں آویزاں تھی، وہ کسی اطالوی آرٹسٹ کی بنائی ہوئی تھیں۔ان میں یا تو قدیم رومی لباس میں نیم عریاں مرد تھے یا قطعی برہنہ عورتیں، جن کے انداز خرام، انداز قیام اور پر شباب انگڑائیوں کو جذبات خیز طریقے پر ابھارا گیا تھا۔بالے کی نظریں ایک تصویر پر جم کر رہ گئیں۔یہ واقعی بہت خوبصورت تصویر تھی۔حسن وشباب کا ایک پرکشش مرقع۔عنفوانِ شباب میں قدم

Akram Allahabadi

رکھتی ہوئی ایک نوخیز دوشیزہ کے گیسوؤں سے نسیم سحر کھیل رہی تھی اور اس کے بکھرے ہوئے عریاں سینے کے ابھار کو دور پس منظر میں دھند لے نظر آنے والے پہاڑوں کے ابھار سے ملا دیا گیا تھا۔سورج ان ہی پہاڑیوں کی اوٹ سے سرخی میں ڈوب کر ابھر رہا تھا اور شفق کی سرخی یونانی دوشیزہ کے کشمیری سیب جیسے عارضوں کی ہم رنگ نظر آ رہی تھی۔

"بہت پسند ہے آپ کو یہ تصویر۔" لڑکی ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے ایک تھکی ہوئی انگڑائی لیتی ہوئی مسکرا کر بولی۔

"اچھی بنائی ہے۔" بالے نے چونک کر کہا۔

"کیا یہ قدرت کے بنائے ہوئے زندہ مجسموں سے بہتر ہے؟" لیڈی نے چیلنج کرتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔

"اپنی اپنی جگہ ہر چیز کشش رکھتی ہے۔"

"میں لباس تبدیل کرلوں، پھر آپ سے بحث کرونگی۔" یہ کہتی ہوئی وہ صوفے کے پیچھے غسل خانے میں چلی گئی اور بالے ایک گہری نظر چاروں طرف ڈال کر پھر اسی تصویر کو دیکھنے لگا۔دراصل وہ تھی ہی اتنی پرکشش کہ آدمی اسے بار بار دیکھے۔بالے نے محدب شیشہ آنکھوں سے لگا کر دیکھا۔تصویر کے ایک کونے پر مصور کا نام 'بترا' لکھا ہوا تھا۔اور بترا کوئی گمنام مصور نہیں تھا۔لوگ ستیش بترا کے نام سے اچھی طرح واقف تھے۔وہ مصوری کی ایک بین الاقوامی نمائش میں بھی اپنی ایک تخلیق پر انعام حاصل کر چکا تھا۔بالے کے تصور میں تصویر کی حسین رومن دوشیزہ زندہ ہو کر انگڑائی لینے لگی اور اسے جھرجھری سی آ گئی۔نہ جانے وہ کب تک اس کے تصور میں کھویا رہتا کہ ایک عجیب سی چیز نے اسے بری طرح چونکا دیا، جیسے سامنے بجلی چمکی ہو۔اس نے دیکھا وہ ایک پستہ قد گٹھیلا آدمی تھا۔اس کے گلے میں ایک سیاہ فیتے کے ساتھ ایک کیمرہ لٹک رہا تھا،جس پر فلیش لائٹ کا ریفلیکٹر لگا ہوا تھا۔کسی نامعلوم خطرے کے احساس کے ساتھ بالے تیزی سے پیچھے کی طرف گھوما اور اس کی آنکھیں یہ دیکھ کر حیرت سے پھیل گئیں

Akram Allahabadi

کہ اس کے بالکل قریب ہی پیچھے کی طرف لیڈلی کھڑی تھی۔ لیڈلی کا وہاں کھڑا ہونا تو خیر کوئی خاص اہمیت نہ رکھتا، لیکن حیرت یہ تھی کہ وہ ایسی حالت میں تھی جسے دیکھ کر کوئی مرد شرم سے آنکھیں بند کر لے۔

لیڈلی کے لبوں پر موجود خوف و الجھن کے تاثرات یکا یک ایک خطرناک قسم کی مسکراہٹ میں تبدیل ہو گئے۔

"تمہیں پھانسی دینے کے لیے اتنا کافی ہے، سارجنٹ۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

"سارجنٹ؟" بالے چونکا اور پھر فوراً ہی اس کا ہاتھ کوٹ کی جیب میں چلا گیا، لیکن اسے باہر نکالنے کی نوبت نہیں آئی، کیونکہ کیمرے والا پہلے ہی ریوالور نکال چکا تھا۔

"اونہہ نہہ، ذرا بھی حرکت نہیں۔" پستہ قد آدمی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"حرکت میں ہی تو برکت ہے، پیارے۔" بالے نے خالی ہاتھ جیب سے نکالتے ہوئے جواب دیا۔

"برکت ہے یا موت، آزما کر دیکھ لو۔"

"گھٹیا فولاد بیچ رہے ہو کیا؟"

"شٹ اپ۔" پستہ قد اسے ڈانٹتا ہوا آگے بڑھا۔ اس کی خونخوار آنکھوں سے عجیب وحشت جھانک رہی تھی۔ لیڈلی اسی شرمناک طریقے پر اب تک کھڑی یہ تماشہ دیکھ رہی تھی۔ پستہ قد آدمی بالے کے قریب آ گیا۔

اس نے پستول کی نال بالے کے سینے کی سیدھ میں رکھ کر کسی قدر جھکتے ہوئے بالے کی جیب سے ریوالور نکال لیا۔ وہ اتنا محتاط تھا کہ بالے کو ڈاج دینے کا بھی موقع نہیں ملا۔ پھر وہ بالے کو نشانے میں لیے ہوئے پیچھے ہٹنے لگا۔

"لاڈلی ڈارلنگ، یہ تمہارے بھائی صاحب تو واپس جا رہے ہیں۔" بالے پلٹے بغیر لیڈلی کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

Akram Allahabadi

"تمہیں افسوس ہوتا ہے تو میں بھی چلی جاتی ہوں۔" لیڈی یہ کہہ کر پلٹی اور غسل خانے کی طرف جانے لگی۔

"ارے نہیں، تم نہیں، ورنہ میں بچے کیسے دونگا۔نہیں، لاحول ولاقوہ۔میں بچے کس سے لونگا۔" بالے نے اب بھی پستہ قد کے پستول پر نظر رکھتے ہوئے پلٹے بغیر کہا۔

"انڈوں کے سوداگر ہونا، سہہ لینا خود ہی۔" یہ کہتی ہوئی وہ غسل خانے میں چلی گئی۔

"بیٹھ جاؤ۔" پستہ قد آدمی نے صوفے کی طرف اشارہ کر کے بالے کو حکم دیا۔

"پہلے آپ۔" بالے نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میرے پستول کی ایک گولی تمہاری ساری زندہ دلی نگل سکتی ہے، لیکن میں تمہیں زندہ رہنے کا ایک موقع دونگا۔"

"ارے، تمہارا نام ابابیل تو نہیں ہے؟"

"کیا مطلب؟" پستہ قد آدمی نے اسے گھورا۔

"عزرائیل کا اسسٹنٹ۔"

"بکواس مت کرو۔سنو، اپنے باس سے جا کر کہہ دینا کہ صبح نورالصباح کے ملبے سے پروفیسر آندرو جے اور ان کی لیڈی سکریٹری کی لاشیں مل جائیں گی۔جس کے بعد یہ کیس ایک اتفاقیہ حادثے کی حیثیت سے ختم ہو سکتا ہے اور اگر تم لوگوں نے زبردستی اپنی ٹانگ الجھائی..."

"تو تم سلجھا دینا۔"

"خاموشی سے سنو۔ہمارے پاس فضول باتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔"

"تھوڑا سا میں دے سکتا ہوں، ادھار لے لو۔"

"گولی مار دونگا، سارجنٹ۔" پستہ قد آدمی غصے سے سرخ ہو گیا۔

Akram Allahabadi

"خیر خیر، کہہ ڈالو۔"

"ضد کرنے کی صورت میں تم پر یہ الزام ہوگا کہ تم نے ایک جوان لڑکی کو اکیلا پا کر اس کے کپڑے اتروا ڈالے اور زبردستی اس سے..."

"منہ لال کیا۔ اہا، وہ کیا... لال لال گال، بھیڑیے ہیں لاگو..."

"شٹ اپ۔"

"اچھا، آگے چلو۔"

"تمہارا موٹا دوست اس بات کی گواہی دے گا کہ تم پارک کے سامنے سے اس لڑکی کو اٹھا کر لائے تھے۔" وہ بولا۔

"اور گرین کا منیجر گواہی دے گا کہ ہوٹل سے فلیٹ تک وہ لڑکی مجھے اٹھا کر لائی تھی۔" بالے نے کہا۔

"اوہ، تو یہ غلط فہمی ہے تمہیں۔ خیر، اس سے بھی پوچھ لینا۔" وہ آدمی یہ کہہ کر قہقہہ مار کر ہنسا۔

"اور پھر مجھے پھانسی ہو جائے گی۔"

"نوکری سے نکال دیا جانا، اگر ایک پولیس آفیسر کے لیے پھانسی نہیں تو کم از کم چند سالوں کی جیل کاٹنا ضرور پھانسی سے بدتر ہے۔"

"یار، قانون داں معلوم ہوتے ہو۔"

اتنے میں لیڈی اندر سے پھر وہی لباس پہن کر باہر نکل آئی، لیکن اس بار لباس کی کریز بگڑی ہوئی تھی اور اس کے بال بھی بکھرے بکھرے تھے۔ بالے سنجیدگی سے اس کی تبدیلی کو دیکھنے لگا، لیکن پھر اس کی بذلہ سنجی عود کر آئی۔

"کیا اسی وقت میکے چلی جاؤ گی، لاڈلی؟"

"مس لیڈی، پلیز۔" لیڈی نے مسکرا کر کہا۔

"ہائے، تمہارے اس مس پن پر دو درجن مسیں قربان۔مگر اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ اب اوکھلی میں سر تو دے ہی دیا ہے۔" وہ یہ کہتا ہوا اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ پستہ قد پھر چیخ اٹھا۔

"تم اسے ڈھال نہ بنا سکو گے، عقلمند۔میری انگلی ٹائیگر پر ہے۔"

اور بالے کو سنجیدگی کے ساتھ رک جانا پڑا۔پستول اب لیڈی نے اپنے ہاتھ میں لے لی اور بالے سے کافی فاصلے پر اس کی طرف رخ کر کے کھڑی ہو گئی۔پستہ قد آدمی آگے بڑھا اور اس نے جیب سے ایک ریشمی ڈوری نکال کر اس سے بالے کے ہاتھ پیر کس دیے اور منہ میں کپڑا ٹھونس دیا۔پھر وہ کمرے کو باہر سے بند کرتے ہوئے چلے گئے۔

بڑی دیر تک پھر اسے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی نہیں دی۔شاید ہوٹل کا کوئی ملازم بھی ادھر سے نہیں گزر رہا تھا۔وہ کئی منٹ کی جدوجہد کے بعد اس قابل ہوا کہ اپنے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی کر سکے۔پھر اس نے اپنا منہ کھول کر پیر بھی کھول لیے اور دروازے کی طرف جھپٹا۔دروازہ مقفل نہیں تھا۔وہ ایک جھٹکے میں ہی کھل گیا اور بالے سیدھا نیچے کی طرف دوڑا۔

منیجر اب بھی کاؤنٹر پر موجود تھا اور ہال میں ہوٹل کے کچھ مستقل گاہک بیٹھے خوش گپیاں کر رہے تھے۔اس وقت زیادہ بھیڑ بھاڑ نہ تھی۔منیجر بالے کی شکل دیکھتے ہی پھر مسکرا دیا۔

"یہی دوست تھا آپ کا؟"

"کون؟ کیا مطلب؟"

"تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔" منیجر گنگنایا۔

"بے سیدھی سیدھی بکو نا، مگر ٹھہرو، پہلے یہ بتاؤ وہ لڑکی جو مجھے یہاں لے کر آئی تھی وہ کہاں گئی؟"

"لڑکی؟... لے کر آئی تھی؟... آپ کو؟ پی تو نہیں گئے زیادہ؟" منیجر نے طنزیہ انداز میں چونک کر چار سوالات ایک ساتھ کیے۔

Akram Allahabadi

"ادھر آؤ۔" بالے اس کے آفس کی طرف کھسکتے ہوئے بولا۔ اور منیجر بھی مسکراتا ہوا اس کے پیچھے چلا آیا۔ یہاں تنہائی اور خموشی تھی۔

"ہاں، اب بتاؤ، وہ لڑکی کہاں گئی؟"

"کون لڑکی؟ وہ آپ کی دوست؟"

"میری دوست؟ کیا بک رہے ہو؟"

"آپ نے ہی تو ٹیلی فون پر دو گھنٹے پہلے اپنے کسی مہمان دوست کے لیے وہ روم رزرو کرایا تھا۔" منیجر نے ہنس کر کہا۔

"کیا بک رہے ہو؟" بالے جھنجلا گیا۔

"رجسٹر دکھاؤں؟"

"میں نے تو کوئی ٹیلی فون نہیں کیا۔"

"اب میں اتنا بدھو بھی نہیں کہ آپ کی آواز نہ پہچانوں۔"

"اف.. فوہ... یہ ہے کیا معاملہ آخر؟" بالے سر تھام کر سوچ میں پڑ گیا۔

"معاملہ وہی ہے جو اس عمر میں ہوا کرتا ہے۔" منیجر نے نثر کو بھی گنگناہٹ کے ساتھ ادا کیا۔ وہ بالے سے پہلے سے ہی بے تکلف تھا۔

"مگر واقعی کیا چیز تھی۔" اس نے بالے کو آنکھ ماری۔

"تم گدھے ہو۔"

"ہاں۔" منیجر نے ٹھنڈی سانس کھینچی۔ "گدھے ہی تو ہوئے، تبھی تو ترستے ہیں۔"

"تو وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ سارا پروگرام پہلے سے بنایا گیا تھا۔" بالے بڑبڑایا۔

"ایسے پروگراموں میں کبھی ہمیں بھی شریک کرلیا کیجیے۔" منیجر اسے چھیڑنے کے موڈ میں تھا۔

"تمھیں تو میں اپنا شریک زندگی بناؤنگا کسی دن۔ پہلے یہ بتاؤ وہ تھی کون؟ کب

Akram Allahabadi

سے تھی یہاں؟''

''میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔'' منیجر سنجیدہ ہوگیا۔

''تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے دو گھنٹہ پہلے فلیٹ رزرو کرایا تھا پھر خود اسے ساتھ لے کر آیا؟''

''اب یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔'' منیجر نے کہا۔

''اچھا، اسے تم نے یہاں سے نکل کر جاتے بھی دیکھا ہے؟''

''یہ دو آنکھیں کیا کیا نہیں دیکھتیں، بالے صاحب۔ شکن آلود سایا، بکھرے بال، جھکی آنکھیں، بکھرا ہوا چہرہ اور کیا علامتیں ہوا کرتی ہیں اس کے بعد۔'' منیجر نے معنی خیز انداز میں قدرے آگے جھک کر کہا۔

''اکیلی تھی وہ؟'' بالے نے ان سنی کر کے پوچھا۔

''نہیں۔ وہ بھی تو تھا، اس کا بھائی۔ جو اسے پوچھتا ہوا بعد میں یہاں آیا تھا۔''

''کون آیا تھا؟'' بالے نے جھنجلاہٹ میں تقریباً چیخ پڑنے والے انداز میں کہا۔

''ارے وہی، آپ کی اس کا بھائی۔ اب کیا اور صاف صاف کہوں۔''

''تم سیدھی طرح بات کرو، ورنہ میں تمہارا حلیہ نا ٹ کر دونگا۔'' بالے اس پر بگڑ پڑا۔

''ہاں، اب تو بگڑیں گے ہی آپ۔'' منیجر نے منہ لٹکا کر کہا۔ ''ایک تو دوسرے کا رزرویشن مسترد کر کے آپ کا رزرویشن کیا، اوپر سے دھونس۔''

''وہ آدمی کب آیا تھا؟''

''آپ لوگوں کے اوپر جانے کے دس پندرہ منٹ بعد۔''

''کیا کہا تھا اس نے تم سے؟''

''اپنی بہن کا حلیہ اور لباس بتا کر پتا پوچھا۔ میں سمجھا کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے

Akram Allahabadi

اوپر بھیج دیا۔ پھر وہ کافی دیر بعد اتر کر آیا۔ اس کی بہن بھی تو اس کے ساتھ ہی چلی گئی۔ اب پھر نہیں آئے گیا کیا؟" منیجر نے کسی الو کی طرح دیدے گھما کر پوچھا۔

لیکن منیجر کا بیان سن کر بالے کے پیروں تلے سے زمین نہ سہی جوتوں کے تلوے ضرور نکل گئے ہونگے۔ اس کی تمام زندہ دلی کسی خطرناک ردعمل کے خیال سے ہوا ہو چکی تھی۔ وہ فکر مند نظر آ رہا تھا۔

"کیا کچھ گھپلا ہو گیا؟" منیجر نے رازدارانہ لہجے میں آہستہ سے پوچھا۔

"بہت بڑا۔" بالے نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا فون کس وقت آیا تھا تمہارے پاس؟"

"وقت؟" وہ سوچ میں پڑ گیا۔ "ہاں، ٹھیک ہے، اس وقت چار بجنے میں شاید پانچ یا چھ منٹ تھے۔"

"تمہیں کس طرح یاد ہے؟" بالے نے جلدی سے پوچھا۔

"ہاں ہاں، اچھی طرح۔ کیونکہ اسی وقت ایک مہمان کا تار بھی آیا تھا اور میں نے گھڑی دیکھ کر پوسٹ مین کے فارم پر دستخط کیے تھے۔" منیجر نے وثوق سے بتایا۔

"خوب اچھی طرح یاد رکھنا یہ وقت۔" بالے جلدی سے ہیٹ سنبھال، دروازے کی طرف چلتا ہوا بولا۔

"کیوں؟ آخر بات کیا ہے؟"

"پھر بتاؤں گا، لیکن..." یہ کہہ کر وہ پھر پلٹ آیا۔ "جب تک میں نہ کہہ دوں تم ہر چیز سے لاعلمی ظاہر کرو گے۔"

"اچھا۔"

"اور وہ رزرویشن بھی میں نے نہیں کرایا تھا۔ سنا تم نے؟ میں نہیں کوئی اور..."

"مگر رجسٹر۔"

Akram Allahabadi

"وہ تم جانو۔ مجھے جلدی ہے، پھر ملونگا۔" یہ کہتا ہوا وہ باہر نکل آیا۔ پھر اس نے گرین کے دربان پٹھان سے ان دونوں کے جانے کے بارے میں استفسار کیا۔

"خوچہ، خلیل خان خدا لگتی بول جائے گا، صاحب۔ وہ آپ کا والا چھوکری اپنا دوسرا یار کے ساتھ موٹر میں زرزر ہوگیا۔" دربان پٹھان نے بتایا۔

"کیسی کار تھی ان کی؟" بالے نے پوچھا۔

صاحب، اور ہندوستان کا اندرام کو جب سے موتیا بند کا بیماری ہوا، ہرے کا کالا، لال کا پیلا نظر آتا۔ ام کیا بتائینگا رنگ اس کا۔ اللہ اعلم الغیب ہے۔ مغالطہ ہوگیا تو خلیل خاں اس کو کیا جواب دینگا۔"

"اف...فوہ..." بالے جھنجلا گیا۔ "وہ تھی کس طرح کی کار؟"

"جیسا سب بڑا لوگ کا ہوتا۔" خان سادگی سے بولا۔

"یہاں جو گاڑیاں کھڑی ہیں، کیا وہ ان میں سے کسی سے ملتی جلتی تھی؟"

"ملتی جلتی کا خبر نہیں، صاحب، مگر وہ گاڑی تھوڑا اس گاڑی کا موافق تھا۔" پٹھان نے گرین کے کار پارک میں کھڑی ہوئی گاڑیوں میں سے ایک سیاہ فی ایٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اور بالے کچھ جواب دیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ شہر میں ایسی گاڑیاں ہزار سے کم نہ تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

خطرناک تصویر

بالے کو سب سے پہلے شوکت کی تلاش تھی۔ اور یہ وقت شوکت کی تفریح کا تھا۔ اس نے اسے کئی تفریح گاہوں اور اس کے خاص خاص اڈوں پر ڈھونڈ ڈالا، لیکن شوکت کا کہیں پتا نہ تھا۔ وہ اس خیال سے چونک سا پڑا کہ کہیں وہ لوگ شوکت کو بھی پھنسا نہ لے گئے ہوں۔ شوکت بیوقوف قسم کا جذباتی آدمی تھا۔ ویسے وہ بالکل بیوقوف بھی نہ تھا، لیکن عورت اس کی سب سے بڑی کمزوری تھی۔ اور ایسے موقعوں پر وہ عقل سے پیدل ہو جایا کرتا تھا، جب کوئی حسین سی لڑکی یا کوئی جنسی کشش رکھنے والی عورت اس پر مہربان ہو جائے۔ پھر جو لوگ اسے دھوکا دے سکتے تھے، ان کے لیے شوکت کو کسی طرح بھی استعمال کر ڈالنا چٹکی بجانے کا کھیل تھا۔ پھر اس نے سوچا اس طرح شوکت کی تلاش میں بھٹکنے سے بہتر ہے کہ پہلے سپرنٹنڈنٹ خان کو تمام واقعات سے آگاہ کر دے۔ اس نے کار کا رخ خان کے بنگلے کی طرف کر دیا۔ خان کی کار اس وقت اسی کے پاس تھی۔ اس لیے امید تھی کہ خان بنگلے پر ہی ہوگا۔ ویسے راتوں کو زیادہ دیر تک وہ باہر رہنے کا عادی بھی نہ تھا۔

لیکن وہ بنگلے میں خلافِ توقع شوکت کو موجود پا کر چونک پڑا۔

"ابے تم یہاں ہو اور میں نے تمہاری تلاش میں سارا شہر چھان مارا۔" وہ اس کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر سامنے والی نشست پر جمتے ہوئے بولا۔

"یار بالے بھائی، بڑا دھوکا ہو گیا، یانی کہ کھپلا"

"کیوں، کسی لونڈیاں نے مرمت کر دی کیا؟

"ارے نہیں۔ وہ لڑکی جسے تم لے گئے تھے نا..."

"اس نے شادی کر لی تم سے؟"

''شادی؟...ارے ہائے...وہ شیر نہیں سنا ہے تم نے کسی شاعر کا،یانی کہ شادی سے مرگ ہو جاتا اگر وہ شادی کر لیتے۔''

''سبحان اللہ،سبحان اللہ۔مرحبے حیا۔''

''تم خود...وہیانی کہ مرحبے حیا۔اب کسی کا شیر سنانا بھی مصیبت ہے۔''

''پہلے تم یہ بتاؤ کہ گھپلا کونسا ہے؟''

''گھپلا؟...ارے ہاں وہ...مگر یار سالے بھائی،تم بڑے بڑے خود غرضی ہو۔اکیلے ئی وہی لے اڑے اور شوکت میاں تاپتے ئی رہ گئے۔''شوکت نے شکایتی لہجہ اختیار کر لیا۔

''تم پہلے وہ گھپلا بتاؤ۔''

''ہاں ہاں،آمدسر مطلب،یانی کہ تم وہ جو اس سالی کو گاڑی میں لے کے گئے میں دیکھ رہا تھا۔میں نے بھی آگے جا کے گاڑی روک لی اور پلٹنا کے لے چلا۔مگر سالے تین تین آگئے گاڑی کے سامنے۔روک کر پوچھنے لگے لاڈلی کہاں ہے۔میں نے پوچھا لاڈلی کون۔کہنے لگے ہماری لاڈلی۔لو جیسے میں سالوں کی لاڈلی واڈلی کا وہ ہوں۔''کہتے کہتے شوکت کا موٹا سا قہقہہ برآمدے میں گونجنے لگا۔

''آگے بولو،گدھے۔تم نے بڑی شاندار حماقت کی ہے۔''

''گدھے وہ ہے تم خود...جاؤ نہیں بتاتا کچھ...میں خان صاحب کو بتاؤں گا۔''

''مجھے سب معلوم ہے اور میں تمہیں غلط بیانی کے جرم میں پھنسوانے جا رہا ہوں۔''

''پھنسوا دو۔وہ سالے بھی پھنسوا رہے تھے۔گلے ہی پڑ گئے کہ تم نے ہماری لاڈلی کو لقوا کیا ہے...لقوا...وہیانی کہ لے بھاگنا۔''

''اغوا۔''

''ہوگا کچھ۔میں نے فارسی نہیں پڑی ہے۔ہاں تو میں نے کتی قسمیں کھائیں کہ میں نے کچھ نہیں کیا،مگر کہنے لگے لوگوں نے تمہیں اس سے پارک کے سامنے کھڑے باتیں

کرتے دیکھا ہے اور تب سے وہ غائب ہے۔ اور تو اور وہ مجھے پولیس اسٹیشن لے جانے لگے۔"

"اور تم نے انھیں انگلیاں توڑ توڑ کر کوسنا شروع کر دیا ہوگا۔"

"کاے کو۔ میں نے تو سچ بتا دیا۔"

"کیا؟"

"کہ بالے بھائی اسے لے اڑے ہیں۔ سالے کہنے لگے جھوٹ۔ میں نے کہا سچ تو اکڑ گئے کہ اگر سچ ہو تو لکھ کے دو، ورنہ ہم تمھیں ہی پولیس کے حوالے کریں گے۔"

"اور تم نے لکھ کر دے دیا؟"

"تو اس میں کیا ہوا، ذرا سی تو بات تھی۔ اور پھر تمہارا کیا بگاڑتے وہ۔ تم ٹھہرے خود پولیس افسر۔"

"کیوں؟ پولیس افسر پر سات خون معاف ہیں کیا؟"

"اب میں کیا جانوں۔ میں نے تو سنا ہے پولیس والوں کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"تم نے بڑی زبردست حماقت کی ہے، شوکت۔" بالے سنجیدہ ہو گیا۔ "تم نے کیا لکھ کر دیا ہے انھیں؟"

"یہی کہ اتنے بجے فلاں پارک کے سامنے سے بالے صاحب فلاں لڑکی کو اپنی کار میں لے گئے ہیں۔"

"لڑکی کا نام بھی لکھ دیا تم نے؟"

"انھوں نے ہی بتایا تھا کہ اس کا نام لاڈلی ہے۔ مجھ سے سالوں نے اس لڑکی کی تصویر شناخت کرا کے اس کے پیچھے بھی دستخط لے لیے ہیں۔"

"اوہو۔ تو ہر طرف سے وہ اپنی چال مکمل کر گئے ہیں۔"

"چال وال کا کیا جھگڑا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ تمہاری موٹی عقل کے سمجھنے کی بات نہیں۔ تم نے مجھے اچھی خاصی

Akram Allahabadi

مصیبت میں ڈال دیا۔"

"میں نے کچھ نہیں کیا ہے، بالے بھائی۔ میرے گلے مت پڑو۔ اللہ قسم میں دشمن نہیں ہوں تمہارا۔"

لیکن اس سے پہلے کہ بالے کوئی جواب دے، خان آپہنچا۔ وہ ہیڈ کوارٹر کی اسٹاف کار میں تھا۔

"کہاں مر گئے تھے تم؟" وہ بالے کو دیکھتے ہی ناخوشگوار موڈ میں بولا۔

"میں بتاؤں؟" شوکت اسکول کے بچوں کی طرح ہاتھ ہلانے لگا۔

"چپ بیٹھو، نہیں تو بارہ کے بھاؤ بیچوں گا تمہیں۔" یہ کہتا ہوا بالے خان کے پیچھے ہی اندر چلا گیا اور شوکت بارہ کے بھاؤ کے مطلب کے چکر میں پڑ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

اوہ، تو یہ چال تھی۔" خان نے بالے سے تمام واقعہ سن لینے کے بعد کہا۔ "لیکن ان کی کامیابی میں تمہارے گدھے پن کو بھی بڑا دخل ہے۔ نہ جانے کسی خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر تمہاری کھوپڑی کہاں کوچ کر جاتی ہے۔"

"مجھے اس لڑکی پر شبہ تھا، اسی لیے میں اس کی قیام گاہ تک جانے کے خیال سے اس کے ساتھ گیا تھا۔" بالے نے بتایا۔

"شبے کی وجہ؟" خان نے پوچھا۔

"وہ زبردستی شوکت کے گلے پڑ رہی تھی۔" بالے نے بتایا۔ "کیا یہ کم شبے کی بات ہے؟"

"خیر، میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہوا ہے۔ ان کا مقصد ہی تھا کہ ہمیں کسی نہ کسی چکر میں پھنسا کر ہم پر اس قسم کا دباؤ ڈالیں۔ ہیں چالاک لوگ، لیکن زیادہ تجربہ کار نہیں معلوم ہوتے۔"

Akram Allahabadi

"آپ کے ساتھ کیا ہوا؟" بالے نے پوچھا۔

اور خان نے اس کے جواب میں ایک ایسی تصویر اس کے سامنے رکھ دی جسے دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ وہ کبھی اس تصویر کو دیکھ رہا تھا اور کبھی خان کو۔ پھر اس نے اپنی انگلی دانتوں میں دبالی اور اچھل پڑا۔ خان مسکرایا۔

"میرا خیال ہے میں جاگ رہا ہوں۔"

"شاید۔" خان بولا۔

"ارے، غلام رسول۔" بالے حلق پھاڑ کر چیخا۔ "ایک گلاس میں چلو بھر پانی لاؤ۔"

"کیوں؟" خان بولا۔

"میں اس میں شرم سے ڈوب مرونگا۔"

"چوپائی تشریف لیجائیے۔"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ مجھے آپ ہی کی وجہ سے کرنا پڑ رہا ہے۔"

"تو میں کیا کروں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تصویر میں میری آنکھیں بند ہیں۔"

"اور ہاتھ میں شراب کا گلاس بھی ہے؟"

"لیکن ہاتھ صوفے کے بازو سے نیچے لٹکا ہوا ہے۔"

"اور یہ خوبصورت بلا؟"

"وہ خوبصورت بلا ہی سے پوچھو۔ میری تو آنکھیں بند ہیں۔"

"تعجب ہے، یہ تصویر دیکھ کر بھی آپ کے چہرے پر شرمندگی کا نام نہیں۔ آپ کے گلے میں باہیں ڈالے ایک خوبصورت نوجوان لڑکی بہت بے شرمی کی حالت میں بیٹھی... اوخدا، کمرے کی چھت پھاڑ دے، میں اس میں سما جاؤنگا۔"

"تصویر کیسی ہے؟" خان نے اسے چھیڑنے والے موڈ میں کہا۔

"لاجواب۔ شاہکار ہے شاہکار۔ اب کی سال اسے بین الاقوامی تصویروں کی

نمائش میں رکھوا دیجیے۔"

"کیا یہ لڑکی تمہیں پسند نہیں؟"

"مجھے؟ اللہ توبہ۔" وہ اپنے گال پیٹنے لگا۔ "باس کی وہ اور..."

"میں چاہتا ہوں تم اسے تلاش کر کے اس سے شادی کر لو۔"

"اس غیرت مند لڑکی سے شادی کرنے پر میں اگلے سات جنم کنوارہ رہنے کو ترجیح دونگا۔"

"خیر، پہلے تم اسے تلاش تو کرو۔"

"آپ کے لیے؟"

"بکومت، بس اتنا ہی، جس قدر کہا جا رہا ہے۔"

"لیکن تصویر میں تو وہ آپ سے لپٹی ہوئی ہے۔ آپ پتا نہیں جانتے اس کا؟"

"جانتا ہوں، لیکن وہاں نہیں ملے گی اب۔"

"آپ جب تک مجھے اس تصویر کا راز نہیں بتائیں گے، میں کچھ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرونگا۔"

"راز وغیرہ کچھ نہیں، صرف ایک ٹیلی فون آیا تھا ڈوریا کی طرف سے۔"

"ڈوریا؟... وہ پروفیسر والی لیڈی سکریٹری؟"

"ہاں۔ وہ کہہ رہی تھی میری مدد کو آیئے، میری جان خطرے میں ہے۔"

"اور آپ دوڑے چلے گئے؟"

"ہاں۔ کرشنا چوک کی ایک گندی سی گلی میں ایک بوسیدہ مکان کا پتا دیا تھا اس نے۔ وہاں پہنچا تو ایک بوڑھا مجھے گھبرایا ہوا ملا۔ وہ مجھے ایک چور دروازے سے اندر لے گیا اور پھر..."

"پھر یہ لڑکی آپ پر ہزار جان سے فریفتہ ہو گئی۔"

"کیوں نہ ہوتی، میں کیا کم ہوں کسی سے۔" خان مسکرایا۔

"نہیں، آپ تو گلفام کے کان کاٹتے ہیں۔"

"خیر، تو ایک آراستہ کمرے میں داخل ہوتے ہی پہلے میرے سر پر ضرب پڑی اور پھر کلوروفارم..."

"اور آگے آپ کو صوفے پر ٹکا کر آپ کی تصویر لے لی گئی۔ واقعی سالے زبردست فراڈ معلوم ہوتے ہیں۔" بالے بیچ میں بول اٹھا۔

"بڑے پراسرار اور عقل مند لوگ ہیں وہ، بالے صاحب۔"

"چلیے، کہیں تو ہتھیار ڈالے آپ نے۔"

"نہیں۔ میں نے کب کہا تھا کہ مجرم الو کے پٹھے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات تو ان کی عقلیں ہم سے بھی دس جوتے آگے چلتی ہیں۔"

"لیکن آپ محض ایک فون پر چلے کیوں گئے وہاں؟"

"ایک خوبصورت نوجوان لڑکی مدد کو بلائے اور نہ جایا جائے، اچھا نہیں معلوم ہوتا، بالے صاحب۔"

"اوہ گاڈ، آج آپ کو ضرور کچھ ہو گیا ہے۔"

"بہت کچھ ہو گیا ہے۔ گھبراؤ نہیں، اب ہمارے آرام کرنے کے دن آرہے ہیں۔"

"غلام رسول، ایک پیکٹ اناسین۔ ہائے میرا سر۔" وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ اسی وقت خان کے اشارے پر غلام رسول شوکت کو اندر لے آیا۔

"آداب عرض ہے، خاں صاحب۔" شوکت نے سلام کرتے ہوئے رسمی انتظار کے بغیر ایک کرسی پر قبضہ جما لیا۔

"میں بالے سے سب سن چکا ہوں، شوکت صاحب۔ معاملہ بڑا پر پیچ ہے، لیکن میں بھی ایک مشورہ دوں گا۔"

"ایک سو دیجیے، آپ بڑے ہیں۔"

Akram Allahabadi

"یہ بالے کی طرح لونڈیوں کا چکر چھوڑ دیجیے، ورنہ کسی دن پچھتایے گا۔"

"ارے، یہ لڑکیوں کے معاملے میں میرا باپ ہے۔آپ میری مثال کیوں دے رہے ہیں۔" بالے نے شوکت کی طرف اشارہ کر کے احتجاج کیا۔

"تم خود ہو میرے باپ، یانی کہ اس معاملے میں۔" شوکت نے موٹی موٹی آنکھوں سے اسے گھور کر جواب دیا۔

"شرم نہیں آتی مجھے باپ بناتے ہوئے۔" بالے نے مصنوعی غصے سے کہا۔

"ہاں جاؤ بناؤ نگا۔سو بار بناؤ نگا۔بلکہ باپ کا بھی باپ بناؤ نگا۔" کوئی دھونس ہے تمہاری۔خان صاحب سامنے بیٹھے ہیں۔شوکت اڑ گیا اور خان کو منہ پھیر کر بڑی مشکل سے ہنسی روکنی پڑی۔وہ کھانسنے کے بہانے اٹھ کر اندر والے کمرے میں چلا گیا۔

"دیکھا، بگڑ گئے نا خان صاحب۔" بالے نے شوکت کو ڈرایا۔

"ارے تو میں نے ان کو کیا بولا ہے۔" شوکت بچوں کی طرح منہ پھلا کر بولا۔

"وہ اپنے سامنے بدتمیزی نہیں پسند کرتے۔"

"کس نے کی؟ تم نے ای تو پہلے پہل کی تھی۔"

لیکن خان پھر باہر نکل آیا۔اب وہ اپنی ہنسی پر قابو پا چکا تھا۔

"دیکھو۔" وہ شوکت سے مخاطب ہوا۔

"سر آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔" شوکت نے خوشامدانہ ڈھنگ میں جھک کر کہا۔

"گدھا ہے پورا۔" بالے بڑبڑایا۔

"میاں خاں، تم خود، وہ کیا نام ہے کہ گدھے۔ہاں، خان صاحب۔" وہ بالے کو جواب دے کر پھر خان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"بس کرو، بھئی بالے۔میرا پیٹ ویسے ہی خالی ہے۔"

"اررر... تو آپ نے ابھی تلک کھانا ماما بھی نہیں کھایا۔ چچ چچ..." شوکت نے

حیرت سے چونک کر کہا۔اور خان کو پھر بڑی مشکل سے ہنسی روکنی پڑی۔

''خیر دیکھو تم نے جو کچھ دیکھا ہے اسے بھول جاؤ۔کسی سے ذکر بھی نہیں کرنا، سمجھے؟''

''اہاں۔خوب سمجھ گیا۔''شوکت نے گرگٹ کی طرح سر ہلایا۔

''مگر جو وہ لکھایا ہے سالوں نے؟''

''وہ پھر دیکھا جائے گا۔''

''پھر؟اچ چھا..''شوکت نے اس طرح سر ہلایا گویا اس جواب سے اسے بڑی مایوسی ہوئی ہو۔

''تم اب جا کر اپنے گھر آرام کرو۔''خان نے اسے مشورہ دیا۔

''جاتا ہوں۔''شوکت اٹھ کھڑا ہوا۔بالے دروازہ بند کرنے کی نیت سے اس کے پیچھے اٹھ کھڑا ہوا اور دروازے تک آیا۔

''ذرا سنبھل کر جانا ہے۔کہیں راستے میں ہی بیٹھی ہوگی سینڈل لیے۔''شوکت کے باہر نکلتے نکلتے بالے نے اس کے کان میں جھک کر کہا۔

''کارتُیں چڑھا دونگا سالی پہ۔''

''اچھا جاؤ جاؤ،ابھی تو دفع ہو جاؤ۔''

وہ اسے چھوڑ کر جب پلٹا تو غلام رسول ڈائننگ روم میں میز پر کھانا لگا چکا تھا۔لباس تبدیل کر کے جب وہ خان کے ساتھ کھانے پر بیٹھا تو اس کے ذہن میں کئی سوالات کلبلا رہے تھے۔وہ کھاتے کھاتے پوچھ بیٹھا۔

''مگر آپ وہاں سے لوٹے کس طرح تھے؟''

''بس آنکھ کھلی تو مکان صاف تھا۔وہ تو اچھا ہوا جو کمبخت کسی گٹر کے کنارے نہیں چھوڑ گئے۔''

Akram Allahabadi

"پھر یہ تصویر کس طرح ملی آپ کو؟" بالے نے سوال کیا۔

"ابھی، بنگلے میں داخل ہوتے ہوئے۔کوئی غلام رسول کو لفافے میں رکھ کر میرے نام دے گیا تھا۔" خان نے بتایا۔

"صرف تصویر؟"

"عقلمند را اشارہ کافی است۔"

"تعجب ہے۔آپ نے اتنا زبردست دھوکہ کیسے کھا لیا؟"

"پتا نہیں میں نے کھایا ہے یا ان بیوقوفوں نے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"سمجھ جاؤ گے جلدی۔"

"کب؟"

"جب وقت آئے گا۔بس اب کھانا ختم کر کے تیار ہو جاؤ۔"

"کیوں کہیں اور مرنا ہے کیا؟" بالے جھنجلا گیا۔"آج صبح سے ایک گھنٹے کا بھی تو آرام نہیں ملا تھا۔"

"مرنے کے لیے کہیں اور یہیں میں کیا فرق ہے؟" خان بولا۔

"بہت لمبا چوڑا۔میں سر میں سوراخ کروا کر مرنے پر کسی کے حسین ہاتھوں سے جامِ شہادت نوش فرمانے کو ترجیح دیتا ہوں۔"

"شاید وہی مل جائے۔"

"لیکن ابھی نہیں۔کم از کم پچاس سال بعد۔"

"اچھا اب بکواس بند۔ہمیں گیارہ بجے تک ایک جگہ پہنچنا ہے۔" خان یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

آدھی رات کے بھیانک سناٹے میں نورالصباح کی شاندار عمارت کی جگہ ملبے کا ڈھیر ایک حیرت انگیز منظر پیش کر رہا تھا۔ وہ مقام جہاں پریس رپورٹر بھی قدم رکھتے ہوئے ڈرتے تھے اور جہاں طلبا اور اساتذہ چکر لگاتے رہتے، اس وقت آوارہ کتوں کا مسکن بنا ہوا تھا۔ پروفیسر رہ گیا تھا نہ اس کی شاندار عمارت۔ دن میں ملبے کی آدھی سے کچھ کم صفائی کرائی جا چکی تھی جس میں کچھ مشینیں، کچھ آلات برآمد ہوئے تھے۔ باقی کام اگلے دن پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ پولیس کا پہرہ قائم کر دیا گیا تھا، لیکن وہ صرف چار پولیس مین تھے، جو چاروں سمت پہرہ دے رہے تھے۔ رات آدھی گزر جانے کے بعد آپس میں معاہدہ کر کے ان میں سے دو سو گئے اور دو پہرہ دینے لگے۔

وہ دونوں بھی ابھی چاروں طرف کا گشت لگا کر ایک شکستہ ستون پر بیٹھ گئے تھے۔ ایک نے بیڑی سلگالی تھی اور دوسرا جو کثرت سے پان کا عادی معلوم ہوتا تھا بکری کی طرح جگالی کر رہا تھا۔

"کھٹ" ایک آواز گونجی اور دونوں چونک پڑے۔ یہ آواز عمارت کے مسمار شدہ لیبارٹری والے حصے کی طرف سے آئی تھی۔

"کوئی چور تو نہیں ہے کہیں؟" ان میں سے ایک نے سرگوشی کی۔

"جھک کر چلو، سالے کو دھر لیں گے وہیں۔" دوسرے نے اس کے بازو میں چٹکی لے کر جواب دیا۔ اور پھر دونوں گھٹنے کے بل زمین پر چلنے لگے۔ وہ ملبے کے ڈھیروں کی آڑ لے کر چل رہے تھے، لیکن ان کے اس جگہ سے ہٹتے ہی اندھیرے سے دو سائے ابھرے اور آہستہ آہستہ ملبے کے ڈھیروں کی طرف بڑھنے لگے۔ ان کے کاندھوں پر کوئی چیز لدی ہوئی تھی۔ پھر وہ محتاط نظروں سے چاروں طرف دیکھ کر ایک ڈھیر میں گھس گئے۔ پہلے نے اپنے کاندھے پر لدی ہوئی چیز اتاری۔ یہ ایک انسانی لاش تھی۔ اس نے ڈھیر میں دبے ہوئے ایک

Akram Allahabadi

شکستہ دروازے کا سرا پکڑ کے اسے اونچا اٹھایا اور اپنے گھٹنے پر اسے روکتے ہوئے وہ لاش اس کے نیچے کھسکا دی۔ پھر اس سے کچھ قدم دور ایک ستون کی اوٹ میں دونوں نے مل کر دوسری لاش کو ملبے کے نیچے دبا دیا اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے کھڑے ہوگئے۔ اچانک ٹارچ کی تھرتھراتی ہوئی تیز روشنی ان کے چہروں پر پڑی اور وہ بھونچکا رہ گئے۔

"ہاتھ اوپر اٹھا دو، برخوردار۔" یہ بالے کی آواز تھی۔ اور اسے پستول بدست سامنے دیکھ کر دونوں نے خوفزدہ انداز میں ہاتھ اٹھا دیے۔ وہ کانسٹیبل بھی آوازیں سن کر اسی طرف دوڑ پڑے تھے۔

"ہم تو... ہم تو، صاحب..." ان میں سے ایک نے کہنا چاہا۔

"چوری کرنے آئے تھے۔" دوسرے نے گویا ایمانداری کا مظاہرہ کیا۔

"ہاں ہاں، شوق سے۔ تمہارے ہی لیے تو یہاں تجوریاں گاڑی گئی ہیں۔" بالے نے اور قریب ہو کر کہا۔ وہ کانسٹیبل بالے کو دیکھتے ہی اٹینشن ہو گئے، لیکن بالے کی توجہ اسی وقت دوسری طرف منعطف ہو گئی۔ یہ کسی کار کے اسٹارٹ ہونے کی آواز تھی جو نورالصباح کے عقبی حصے والی نیم تاریک سڑک کی طرف سے آئی تھی۔ پھر اس کے فوراً بعد اس نے خان کی کار کو سڑک کے سرکاری لیمپ کی روشنی میں اس کار کے پیچھے تیزی سے دوڑتے دیکھا۔

"ان کے ہاتھ باندھ کر لے چلو انھیں۔" بالے نے کانسٹیبلوں کو حکم دیا۔ اور وہ تعمیل میں لگ گئے۔ بالے ٹارچ سے اس ستون اور گرے ہوئے دروازے کے نیچے دیکھنے لگا۔ پھر ان لاشوں کو دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ اس نے دروازے کا پٹ اٹھا کر ایک طرف ڈال دیا اور اس کی ٹارچ کی روشنی کا دائرہ لاش کے چہرے پر مرکوز ہو گیا۔

یہ پروفیسر آندروے جے چوباسا کی لاش تھی۔ اور دوسری لاش ان کی لیڈی سکریٹری ڈوریا کی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

خان اور بالے معطل ہو گئے

دوسرے دن صبح کے اخباروں میں پروفیسر آندروے جا اوران کی لیڈی سکریٹری کی لاشوں کے برآمد ہونے کی خبر چوکھٹوں میں شائع ہوئی۔ اخبارات نے خبر کے ساتھ بہت مختصر الفاظ میں اس پر تبصرے بھی لکھے تھے، جن میں اس بات پر حیرت ظاہر کی گئی تھی کہ ان لاشوں کو نورالصباح کے ملبے سے برآمد کرنے میں پولیس کو ۴۸ گھنٹے صرف کرنے پڑے۔

یہ دراصل پولیس کی کارکردگی پر ایک طنز تھا۔ بہر حال ان خبروں کے ساتھ ہی یہ معاملہ بھی ختم ہی کردیا گیا تھا۔ اسے ایک بدقسمت حادثہ قرار دیتے ہوئے پروفیسر کی موت پر سب نے ہی اظہارِ افسوس کیا تھا۔

بہر حال دو دن پہلے اخبارات نے لاشوں کے نہ ملنے پر اپنی قیاس آرائیوں سے جو سنسنی پھیلائی تھی، وہ ان خبروں کے ساتھ ہی ختم ہوگئی اور سرکاری طور پر کیس بھی ختم کردیا گیا۔ یہ خبر پولیس کے حلقوں کے لیے بھی خلافِ توقع نہ تھی، کیونکہ وہ بھی اسی قدر جانتے تھے کہ نورالصباح کی عمارت ری ایکٹر کے پھٹ جانے سے تباہ ہوگئی اور اس میں موجود پروفیسر آندروے جے معہ اپنی لیڈی سکریٹری اور خانساماں کے ملبے کے نیچے مردہ پائے گئے۔ پروفیسر کے اسسٹنٹ کا کسی نے تذکرہ بھی نہیں کیا تھا، اس لیے کہ لیبارٹری کا واقعہ اور اس کی پراسرار گمشدگی کے بارے میں صرف خان کو ہی علم تھا یا پھر ڈی آئی جی کو جسے خود خان نے اس سے آگاہ کیا تھا۔

لیکن عوام کے لیے جو خبر سب سے زیادہ چونکا دینے والی تھی، وہ خاں اور بالے کے بارے میں تھی۔ اخباروں میں نمایاں طور پر اسے پیش کیا گیا تھا اور بعض نے تو اس میں من گھڑت اندازوں سے کافی نمک مرچ بھی لگایا تھا۔

Akram Allahabadi

اس خبر کی سرخی تھی:

"محکمہ خفیہ کے افسرِ اعلیٰ کی پر اسرار معطلی"

اسسٹنٹ بھی معطل۔ حکام بالا تحقیقات کر رہے ہیں۔

نیچے خبر میں لکھا گیا تھا کہ صوبے کی خفیہ پولیس کی ناک اور شعبۂ جرائم کے انچارج سپرنٹنڈنٹ خان اور ان کے خاص اسسٹنٹ سارجنٹ بالے اچانک معطل کر دیے گئے۔ سرکاری طور پر اس معطلی کی وجوہ کو راز میں رکھا گیا ہے، لیکن پریس کے حلقوں کا خیال ہے کہ ان کے خلاف حکام بالا خفیہ طور پر محکماتی تحقیقات کر رہے ہیں۔ اخبارات نے خان کی خدمات کو سراہتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ یہ امر باعثِ افسوس ہوگا اگر ہندوستان کا یہ مایۂ ناز سراغرساں کسی محکماتی عتاب کا شکار ہوگیا۔ لوگ مسٹر خان کے قابلِ قدر کارناموں کو بھول نہ سکیں گے سارجنٹ بالے بھی ہمارے لیے ناقابلِ فراموش ہے۔

اس خبر نے شہر میں ایک سنسنی سی پھیلا دی۔ کون تھا جو ان دو شخصیتوں کے کارناموں کا مداح نہ تھا۔ امن اور قانون کی حفاظت کی خاطر انھوں نے بار بار اپنی جانوں کی بازیاں لگائی تھیں اور ایسے خطرناک قسم کے مجرموں اور گروہوں سے شہریوں کی زندگیوں کو محفوظ رکھا تھا جو اگر ختم نہ کر دیے جاتے تو اندھیر مچا دیتے۔ لوگ یہ برداشت کرنے کو تیار نہ تھے کہ قانون کے ان قابلِ قدر صلاحیت رکھنے والے محافظوں سے محکمۂ پولیس محروم ہو جائے۔ ایک طرف تو حکام بالا کے نام خطوط اور تاروں کا سلسلہ شروع ہوگیا دوسری طرف خان کے بنگلے پر ٹیلی فون کالوں اور خود آنے والے خان اور بالے کے مداحوں کو جواب دیتے دیتے غلام رسول کا ناک میں دم آگیا۔ وہ صرف اتنا ہی جوب سب کو دیتا کہ صاحب اور بالے صاحب کا صبح سے کوئی پتا نہیں ہے، نہ ہی کچھ کہہ کر گئے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ تھی خان اس وقت بھی بنگلے پر ہی موجود تھا۔ وہ اپنے اسٹڈی روم میں دروازہ اندر سے بند کیے نہ جانے کس کام میں کھویا ہوا تھا اور غلام رسول اس کی ہدایت کے

Akram Allahabadi

مطابق سب کو ٹال رہا تھا۔خان کے اسٹڈی روم میں فون کا ایک ایکسٹنشن موجود تھا۔اگر کوئی خاص کال آتا تو غلام رسول اس فون پر خان سے پوچھ لیا کرتا۔

ابھی تقریباً ساڑھے ۱۲ ہی بجے تھے کہ ایک پراسرار کال فون پر وصول ہوا۔

''صاحب نہیں ہیں۔'' غلام رسول نے کہنا چاہا۔

''صاحب ہیں۔اور ان سے کہہ دو کال ضروری ہے۔''

مجبوراً غلام رسول نے خان سے کنکٹ کیا اور خان نے اسے کنکشن ملانے کی ہدایت کردی۔

''ہیلو،مسٹر خان۔'' دوسری طرف سے ایک اینٹھی ہوئی پراسرار آواز سنائی دی۔

''یس،اسپیک۔'' خان نے بگڑے ہوئے موڈ سے کہا۔

''تم نے ضد کا انجام دیکھ لیا۔حالانکہ تم پر یہ بھی احسان کیا گیا ہے کہ تمہاری اور تمہارے اسسٹنٹ کی وہ تصویریں مکمل ثبوتوں کے ساتھ صرف تمہارے حکام بالا کو ہی پہنچائی گئی ہیں ورنہ اگر ان کی ایک ایک نقل اخباروں کو بھی تقسیم کردی جاتی تو جانتے ہو کیا ہوتا۔''

''تم شہر میں لڈو بانٹتے پھرتے۔'' خان نے مسکرا کر جواب دیا۔

''خیر،یہ ایک اور وارننگ،ورنہ اب کی بار وہ تصویریں اخبارات کے صفحات پر ہونگی۔''

''تب تمہارے ارادے بھی بے نقاب ہو جائیں گے،ڈیر ماسٹر برین۔''

''ماسٹر برین؟'' وہ چونکا۔''اس عظیم طاقت کا نام اس بدتمیزی سے نہ لو،ورنہ شامت آجائے گی۔'' اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''بھیجو بھیجو،میں ان دنوں شامتوں کا انتظار کر رہا ہوں۔طبیعت بہت کسل مند ہے۔'' خان نے ہنس کر کہا۔

''صرف ایک وارننگ اور۔'' یہ کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا گیا۔اور خان نے فون ڈس

Akram Allahabadi

کنفیکٹ کر کے غلام رسول کو ایک نمبر ملانے کی ہدایت کی۔ اب کی بار دوسری طرف سے بولنے والا لانگ فیلو تھا۔

"کیا نتیجہ رہا؟" خان نے اس سے پوچھا۔

"اس ہوٹل میں اس نام کی کوئی لڑکی نہ تھی نہ ہے۔"

"خیر، تم رینگل کے اطراف میں غروب آفتاب کے بعد اس لڑکی کی تلاش کرو جس کی تصویر میں نے تمہیں دی ہے۔"

"اور جو گلے پڑ گئی؟"

"تو ناک پر انگلی رکھ کر ناچنے لگنا۔ ڈیوٹ ہو کیا پورے۔"

"ایک بات پوچھوں؟"

"کیا؟"

"اخباری اطلاعات کے مطابق تو وہ کیس ختم ہو گیا ہے؟"

"ختم نہیں ہوا، شروع ہوا ہے۔ تم اونٹ کی عقل رکھ کر لومڑیوں جیسی باتیں مت کرو۔"

"آپ خوامخواہ بگڑ رہے ہیں، میں نے تو یونہی..."

"یہ معاملات کسی کی سمجھ میں نہیں آئیں گے، اس لیے جو کہا جا رہا ہے، وہ کرو۔" اس کے بعد اس نے یہ سلسلہ بھی منقطع کر دیا اور اسٹڈی روم میں واپس آ گیا۔ اس کی میز پر کچھ ٹائپ شدہ کاغذات بکھرے تھے جن کی کوریں جلی ہوئی تھیں، لیکن درمیانی حصے جلنے سے رہ گئے تھے۔ ایک محدب شیشے سے وہ ان ہی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

اور ٹھیک اسی وقت بالے شوکت کے بنگلے پر ڈرائنگ روم میں بیٹھا شوکت انتظار کر رہا تھا۔ شوکت ایک گھنٹے سے غسلخانے میں گھسا ہوا تھا۔ بلکہ اس کے نوکروں کا بیان تھا کہ وہ ریکسونا کی پوری ایک بٹی سے روز کم از کم دو گھنٹے تک نہاتا رہتا ہے۔ یہ اور بات تھی کہ رنگ پھر

Akram Allahabadi

بھی تا نبے جیسا ہی رہا۔

جب وہ تولیے سے سر پونچھتا ہوا باہر آیا تو بالے سے ہنسی نہ ضبط ہوسکی۔ کیونکہ پاجامہ اس نے الٹا پہن رکھا تھا اور اس کی جیبیں باہر کی طرف لٹک رہی تھیں۔

"اے لو، سالا درزی بھی گدھا ہے پورا۔ جیبیں باہر سے سی ڈالیں۔" شوکت جھینپ مٹانے کے لیے بولا۔

"واقعی گدھا پن ہے۔" بالے نے تائید کی۔

"کسکا؟" شوکت نے چونک کر پوچھا۔

"درزی کا۔" بالے نے ہنس کر کہا۔

"ہاں۔ میں سمجھا مجھے بول رہے ہو تم۔" وہ چور کی داڑھی میں تنکا کی مثال بن کر بولا۔

"خیر، چھوڑو۔ یہ بتاؤ اب تک کتنی لونڈیوں کی تصویریں لے ڈالیں تم نے؟"

"واہ، کاہے کو بتاؤں۔ سب سمجھتا ہوں۔ میں تصویریں دکھاؤں اور تم دوستی کرتے پھرو۔"

"شوکت۔" بالے نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔

"گئے تیل لینے شوکت موکت۔ میاں خاں، بتانا کسی اور کو۔"

"اچھا، لو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک کو میں تمہاری ماں بہن سمجھوں گا۔"

"میری کیوں، سمجھو اپنی۔"

"خیر، اپنی ہی سمجھ لوں گا، بس۔"

یہ کہہ کر وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا اور پانچ منٹ بعد جب باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک البم تھا۔

Akram Allahabadi

"کسی کو بتانا نہیں، یار، نہیں تو بال سب صاف سر کے۔"

"میں کیوں بتانے لگا؟"

"ارے بھوت خراب ہے تمہاری عادت۔ میں جانتا نہیں ہوں کیا۔"

"چلو وعدہ رہا۔"

"ایک اور وعدہ کرو۔"

"بولو۔"

"ان میں سے کسی پر عاشق نہیں ہوؤ گے۔"

"نہیں۔"

"کسی سے دوستی نہیں کرو گے۔"

"نہیں۔"

"کسی سے، وہ کیا نام ہے کہ درپردہ، نہیں وہ کیا.. پردہ داری..اونھوں یانی کہ پردے کی آڑ میں ملاقات نہیں کرو گے۔"

"تمہارے سر کی قسم نہیں۔"

"لو دیکھو، مگر وہ کیا شیر ہے کہ پہلے جگر تھام کے بیٹھو جلوہ اٹھتا ہے۔"

"چلمن اٹھتی ہے۔" بالے نے تصحیح کی۔

"ایک ئی بات ہے۔ چلمن ولمن کے پیچھے جلوہ نہیں تو کیا انڈے ہوں گے مرغی کے۔" شوکت بھنا کر بولا۔

بہر حال اس کے ہاتھ سے البم لے کر بالے دیکھنے لگا۔ کئی جگہ بے اختیار اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔ شوکت نے زیادہ تر لڑکیوں کے پوزیشت کی طرف سے لیے تھے۔ شاید سامنے سے فوٹو لینے کی ہمت نہیں ہو سکی تھی اس کی اور ہمت کرتا بھی تو خاصی حجامت ہو گئی ہوتی، لیکن ان تصویروں میں بھی ایک چیز نمایاں تھی۔ کیمرے کی آنکھ میں یا تو پشت سے تصویر والی لڑکیوں کی

Akram Allahabadi

ننگی گوری پنڈلیاں زیادہ ابھری تھیں یا کمر اور کولھے۔ اور بقول شوکت ان تصویروں میں بڑی سیکس اپیل تھی۔ کاش یہ بات ان لڑکیوں کو بھی معلوم ہوتی وہ ایک قدر دان نے ان کی لاعلمی میں کیمرے کے ذریعے ان کی سیکس اپیل کو اسٹڈی کیا ہے تو وہ شوکت کو ضرور کچھ نہ کچھ انعام دیتیں۔ مگر شوکت پر بھی ان دنوں وہ شعر صادق آ رہا تھا۔

؎ سو جوتوں سے کم رتبۂ عالی نہیں ہوتا۔

ایک لڑکی کے کھلے بال شوکت کو بہت پسند آئے تھے، حالانکہ تصویر میں ریچھ کا سر نظر آ رہا تھا۔ ایک لڑکی کے کھڑے ہونے کا انداز ایسا تھا جیسے دق کی ماری ہوئی ہو۔ کچھ تصویریں ایسی تھیں جن کو لڑکیوں کی کہنا ناانصافی ہوگا۔ البتہ ان میں پوز دینے والیوں نے 'لڑکی' نظر آنے کی کوشش ضرور کی تھی۔ شوکت ان کی اس لیے تعریف کر رہا تھا کہ انھوں نے اس کے البم میں جگہ پانا بڑی خوشی سے منظور کیا تھا اور صرف منظور ہی نہیں کیا تھا بلکہ اس سے بھی اپنی تصویر دینے کا جوابی مطالبہ کر دیا تھا۔ انھوں نے شوکت کے 'حسن و شباب' کی تعریف بھی کی تھی۔

"ارے ایک تو کہہ رہی تھی تم والنٹیر ہو پورے۔" شوکت بتانے لگا۔

"کیا؟" بالے نے چونک کر پوچھا۔

"اب کیا میں ہجے اور معنی بھی یاد کرتا پھروں، یہی تو کہا تھا۔ ارے وہ جو امریکہ میں بہت ہوتا ہے، یانی کہ دل پھینک۔"

"اوہ، والنٹیو۔" بالے یہ کہتا ہوا بے ساختہ ہنس پڑا۔ اسے 'امریکہ میں بہت ہوتا ہے' والا فقرہ بار بار یاد آ رہا تھا اور شوکت حیرت سے منہ کھولے اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔

"ارے تو اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے، خانخواہ۔"

"کچھ نہیں، کچھ نہیں۔ میں تو اس عورت کی بدمذاقی پر ہنس رہا ہوں۔"

"بدمذاقی؟" شوکت چونکا۔ "تو کیا اس نے کوئی برا مذاق کیا ہے میرے ساتھ؟" وہ بالے سے ہی پوچھنے لگا۔ اور دوبارہ بالے کو ہنسی کو قابو میں لانے کے لیے پیٹ کو دبانا پڑا۔

Akram Allahabadi

”ہاں ۔والنٹیو امریکہ کے ایپ بندر کو کہتے ہیں ۔“

”امریقا کا ایپ بندر؟“شوکت نے دہرایا۔”ارے نہیں ۔“ اُسے یقین نہیں آیا۔

”تو جاؤ ڈکشنری دیکھ لو۔“

”سمجھ لونگا سالی کو۔“ شوکت نے گھونسہ ہوا میں بلند کر کے اپنی رستمی کا اعلان کیا، لیکن بالے پھر البم دیکھنے میں مشغول ہو چکا تھا۔

اچانک وہ ایک تصویر کو دیکھ کر اچھل پڑا۔اس کی آنکھوں میں پروفیسر آندروے چوباسا کی لیڈی سکریٹری ڈوریا کا حسین چہرہ رقص کرنے لگا۔

”کیوں بجلی گر پڑی کیا؟“شوکت نے گویا اس پر طنز کیا۔

”شوکت،یہ تصویر کہاں سے ملی تمہیں؟“

”ملی ہوگی کہیں سے، تمہیں کیا۔واہ یہ خوب وہیانی کہ دردکہیں بی بی فاختہ اور کوے خاں انڈے کھائیں ۔اسی لیے تو تمہیں نہیں دکھا رہا تھا البم وِلبم ۔“

”بکومت،یہ بڑے کام کی چیز ہے۔“

”وہ تو ہے ہی،لاکھوں میں ایک ۔کوئی تمہارا چارہ۔“

”ابے ٹھیکیدار،مجھے اس لڑکی کی تلاش ہے۔“

”کیوں؟“شکوت نے اسے جلی کٹی نظروں سے دیکھ کر سوال کیا۔

”تم نہیں سمجھ سکتے۔“

”ساب سمجھتا ہوں ۔تمہاری نیت ہی سالی ایسی ہے۔بدتیجے کہیں کے۔“

”اف فوہ۔میں کیسے سمجھاؤں تمہیں۔اچھا تب تو یقین آئے گا تمہیں جب میں اس سے تمہاری شادی کرادونگا۔“

”کیا...؟یانی کہ شادی۔“

”ہاں ہاں۔“

Akram Allahabadi

"نہیں جھوٹ۔"

"تمہارے باپ دادا تک کے سر کی قسم۔"

"مگر وہ راضی واضی نہیں ہوئی تو؟" شوکت نے بچوں کی طرح منہ لٹکا کر پوچھا۔

"وہ میرا ذمہ۔"

"بالے بھائی، میں زندگی بھر تمہارے گھر کا پانی بھروں گا، اللہ قسم، اگر ہو جائے تو۔"

"میرے گھر میں پائپ ہے، ویسے میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"میں نے اس لڑکی کو..." شوکت سوچ میں پڑ گیا۔ "ارے ہاں، کل ہی تو... کل میں نے اسے وہ ریٹبو ہے نا..."

"رین بو ہوٹل؟"

"ہاں ہاں۔ بس اسی کے پیچھے ایک بلڈنگ سے باہر نکلتے دیکھا تھا۔ کیا حسن تھا سالی کا۔ بس جی چاہا کہ میں شہید محبت ہو جاؤں۔"

"ہو گئے ہوتے۔"

"ارے بگڑ جاتی تو کتنے جوتے پڑتے۔"

"اس کے بعد؟"

"میری کار ہوٹل کے پیچھے ہی کھڑی تھی۔ میں نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے لے لی تصویر۔"

"زندگی میں یہ ایک کام کی بات کی ہے تم نے۔"

"تو ہو جائے گی نا راضی، بالے بھائی؟"

"اس کی تو نانی بھی ہو گی۔"

"نانی ہو گی تمہارے لیے، میں تو اس کا پوچھ رہا ہوں۔ کوئی اس کی نانی سے تھوڑی کرنا ہے شادی۔"

Akram Allahabadi

"خیر، آگے تو بولو۔"

"آگے کیا؟ اسی وقت ایک کار آ کے کھڑی ہو گئی اور وہ اس میں بیٹھ کر چل دی۔"

"تم نے پیچھا نہیں کیا؟"

"نہیں۔ کیوں؟"

"کچھ نہیں، اچھا کار میں اور کوئی بھی تھا؟"

"ایک تھا لنگڑا سا آدمی۔ باپ تو نہیں ہو گا اس کا، رقیب ہو تو اللہ جانے۔"

"تم نے غور سے دیکھا تھا اسے؟"

"اسے بھلا نہیں دیکھتا، سالے کی گاڑی تک تو دور تک گھورتا رہا۔ میرا تو خون ابلنے لگا تھا۔"

"کیسی شکل تھی؟"

"تھا، موٹا سا لنگڑا سا، بلڈاگ جیسی صورت، ہونٹ سور کی تھوتھنی جیسا نیچے لٹکا ہوا، آنکھیں بڑی بڑی اور کان چھوٹے چھوٹے۔ اللہ میاں نے بندر کے کان لگا دیے ہوں گے۔"

شوکت نے اپنے دل کی بھڑاس نکالتا رہا۔

رنگ کیسا تھا؟"

"سانولا۔ لڑکی تو سفید سرخ اور وہ الو کا پٹھا لنگور۔ اسی پہ تو کہا ہے وہ کسی شاعر نے کہ۔ پہلو میں حور کے ہے لنگور واہ خدا کی قدرت۔"

"تم گھبراؤ نہیں، میں سب ٹھیک کر دوں گا۔"

"بالے بھائی، میں تمہارا زن خرید غلام ہو جاؤں گا۔" شوکت خوشامدانہ لہجے میں یہ کہتا ہوا بالے کا ہاتھ دبانے لگا۔ اور زرخرید کی جگہ زن خرید کے الفاظ نے بالے کو پھر قہقہہ لگانے پر مجبور کر دیا۔

"ابے، اردو تو ٹھیک کر، ٹھیکیدار۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

Akram Allahabadi

"ساب ٹھیک ہے۔میں نے بھی طلسم ہوشربا تک اردو پڑھی ہے۔"

"اچھاتم یہ تصویر مجھے دیدو،تمہارے پاس تو نگیٹو ہوگا، دوسری نکال لینا۔"

"مگر تمہیں کیوں دیدوں؟شوکت کو پھر کچھ شک ہوگیا۔

"تا کہ میں تمہارے لیے اسے تلاش کراسکوں۔"

"یہ بات ہے تو پھر رکھلو،میں سمجھاتم بھی عشق وشق کروگے۔"

"نہیں۔تمہیں ہی مبارک ہو،مگر دیکھو،اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا،ورنہ سب کام بگڑ جائے گا۔"

"کاہے کو کرونگا،کوئی وہ ہوں یا ئی کہ بیوقوف۔"

بالے نے تصویر کو جیب میں رکھ کر البم واپس کردیا اور فیلٹ ہیٹ سنبھالتا ہوا باہر نکل آیا۔اس کی موٹر سائیکل یہاں موجود تھی۔اور پھر شوکت بڑی پرامید نظروں سے اسے دور تک موٹر سائیکل پر جاتا دیکھ رہا تھا۔وہ منہ ہی منہ میں دعائیں مانگ رہا تھا۔

"یا اللہ،سالی راضی ہوجائے۔"

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

زرخرید

"یہ حلیہ تو اسی آدمی کا ہے جس کا میں نے کل رات کو کار پر پیچھا کیا تھا۔" خان نے بالے سے شوکت کے البم اور تصویر والا تمام واقعہ سننے کے بعد کہا۔

"تو کیا آپ اسے پا نہیں سکے تھے؟" بالے نے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ ایک موڑ کر کار بدل کر مجھے ڈاج دے گیا۔ وہاں ایک کار پہلے سے کھڑی تھی جس میں موجود آدمی اس کی کار میں بیٹھ گیا اور وہ خود دوسری کار میں بیٹھ کر میری ہی طرف سے گزرا اور اتنی موٹی سی بات کا مجھے احساس تک نہ ہوا۔"

"کافی دلیری دکھا رہے ہیں یہ لوگ۔"

"نہیں، ڈاج دینے کا ایک یہ بھی طریقہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جب توجہ کسی دوسری چیز پر مرکوز ہو تو سامنے سے یا قریب سے گزرنے والے کے بارے میں احساس بھی نہیں ہوتا۔" خان نے بتایا۔

"پھر اب؟"

"کیا تم نے چندر کانت کو بھی چیک کیا تھا؟"

"جی ہاں۔ وہ حالات سے قطعی لاعلم معلوم ہوتا ہے۔ ویسے اس نے ڈان فریز نامی کسی فرم میں ملازمت کر لی ہے۔ یہ کوئی رنگ ساز کمپنی ہے جس کا کارخانہ فیکٹری ایریا کے سرے پر ماڈل فیلڈ میں واقع ہے۔ وہ کام سے جلدی واپس آتا اور جلدی سو جاتا ہے۔"

"کیا وہ اکیلا ہی رہتا ہے؟"

"ایک نوکر ہے جس کی ڈیوٹی دن کے وقت ہی رہتی ہے۔"

"ان کی گفتگو ابھی یہیں تک پہنچ پائی تھی کہ دوسرے کمرے میں ٹیلی فون کی گھنٹی

بجنے لگی۔خان اٹھ کرفون پر آ گیا۔

"ہیلو۔"اس نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میں لانگ فیلو بول رہا ہوں۔واقعی آپ کا خیال درست نکلا۔میں نے ابھی ابھی اس لڑکی کو دھند لکے میں ایک نیوی کے ملاح کے ساتھ ایک بوٹ پر جاتے دیکھا ہے۔"

"کدھر گئی ہے بوٹ؟"

"کنارے ہی چکر لگا رہی ہے۔شاید وہ دونوں ابھی واپس آ ئیں گے۔"

"تم ٹھہرو، میں وہیں آ رہا ہوں۔"

"میں ریڈیو کلب کے سامنے شیشے کی دیوار سے ٹکا ہوا ملوں گا۔"لانگ فیلو نے یہ کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"بالے، میں ادھر ہو کر آتا ہوں، تم اسی بدلے ہوئے میک اپ میں اس لڑکی کا پتا چلاؤ کہ آیا واقعی وہ ڈوریا ہے،اور اگر ڈوریا نکلے تو ذرا غفلت نہ کرنا۔"خان نے بالے کو ہدایت کی اور خود باہر نکل کر چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

رات کے اندھیرے میں بھی سمندر کا ساحل سرکاری روشنی کے پھیلاؤ میں کافی صاف نظر آتا تھا۔انھیں اس کشتی کی واپسی کے لیے ۹ بجے تک انتظار کرنا پڑا۔ٹھیک ۹ بج کر کچھ منٹ پر وہ کشتی کنارے سے آ لگی۔اس میں انھیں دو ہی انسانی سائے نظر آئے۔موٹر بوٹ شاید کلب کی تھی، ورنہ ڈرائیور کا ہونا بھی ضروری ہوتا۔لانگ فیلو اور خان شیشے کی دیوار کے کنارے ایک بینچ پر لاپرواہی سے بیٹھے ہوئے تھے۔لانگ فیلو نے وقت گزارنے کے لیے ایک پھیری والے سے ایک آنے کے چنے لے کر جگالی شروع کر دی تھی اور خان پر جیسے کسی شعر کا نزول ہو رہا تھا۔وہ زیرِلب کچھ گنگنا رہا تھا۔کچھ سوچنے کے عالم میں اس کی حرکتیں بعض اوقات

Akram Allahabadi

عجیب وغریب ہوا کرتیں ۔کبھی وہ فونٹین پن کا ناپ انگوٹھے کے ناخن پر بجانے لگتا،کبھی ایک چٹکی سے ناک مسلنا شروع کر دیتا،کبھی گنگنانے لگتا اورکبھی اس کی نظریں نیلگوں آسمان کی خلاء میں بھٹکنے لگتیں ۔اس وقت بھی وہ کسی سوچ میں ہی تھا،لیکن اس کی نظریں اس کشتی سے غافل نہ تھیں ۔اس نے کشتی سے جس آدمی کو اترتے دیکھا، وہ نیوی کا کوئی سیکنڈ لفٹنٹ تھا اوراس کے ساتھ وہ لڑکی تھی جو اس وقت فاختئی رنگ کا عریاں بازوؤں اور نیم وا سینے والا سایا پہنے ہوئے تھی ۔اس کے ہونٹوں پر تھپی ہوئی لپ اسٹک کے دھبے نیوی آفیسر کی سفید شرٹ کے کالر پر نظر آرہے تھے ۔یہی نہیں بلکہ کچھ سرخی آفیسر کے داہنے رخسار پر بھی جھلک رہی تھی جس کا مطلب تھا کہ لڑکی نے بھی اظہار جذبات میں کمی نہیں کی یا پھر وہ بے حیائی کی انتہا سے واقف تھی ۔اس دوسرے خیال کی تصدیق کا سوال ہی نہ تھا،اس لیے کہ اس کا ثبوت وہ ننگی تصویر تھی جو اس وقت بھی خان کی جیب میں تھی ۔

"کیا آہو وفاختہ عورت ہے ۔" لانگ فیلو برا سا منہ بنا کر بڑبڑایا ۔

"کیا؟" خان چونکا ۔

"باختہ کا مطلب آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا ۔" لانگ فیلو نے زبردستی کی گفتگو جاری رکھی تا کہ یہاں گم سم بیٹھے رہنے پر کسی کو شبہ نہ ہو ۔خان مسکرا دیا ۔

"تمہیں جرنلسٹ کس نے بنا دیا ؟"

"اللہ نے ۔اور یہ بھی اس کا احسان ہے ورنہ کہیں پولیس مین بنا تا تو کوئی دور سے ہی پہچان کر گولی ماردیتا ۔"

"مجھے یہ پیشہ ور معلوم ہوتی ہے ۔" اس نے رائے زنی کی ۔

"اتنی دیر میں سمجھ میں آیا تمہارے ۔"

"میں پیشہ اطمینان کے ساتھ ہی سمجھا کرتا ہوں ۔"

نیوی آفیسر نے کنارے کی سیڑھیوں پر اتر کر سو روپے کا ایک نوٹ اس لڑکی کے

Akram Allahabadi

ہاتھ میں تھما دیا اور نیم تاریک سیڑھیوں پر تیز تیز چلتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔لڑکی پہلے تو بے حیائی سے کھڑی مسکراتی رہی، پھر لاپرواہی سے اپنے سر کے بال جھٹک کر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

"ہو سکے تو تم اس نیوی کے آفیسر کا پیچھا کرو۔" خان نے بنچ سے اٹھتے ہوئے لانگ فیلو سے کہا۔

"آپ مجھے بھی خفیہ پولیس بنا کر چھوڑیں گے۔" لانگ فیلو بڑبڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔خان نے اس وقت ایک خستہ حال بوڑھے آدمی کا میک اپ کر رکھا تھا۔اس کے سر پر پرانی سی ہیٹ اور پیروں میں پیوند دار جوتے تھے۔کمر کو ذرا سا جھکا کر چھڑی ٹیکتا ہوا وہ فاصلے سے اس لڑکی کے پیچھے چلنے لگا۔وہ شیشے کے ساتھ ساتھ فٹ پاتھ پر پیدل ہی چلتی رہی اور خان سڑک پار اس کے مقابل فٹ پاتھ پر۔پھر وہ ایک نظر چاروں طرف ڈال کر ایک تنگ سی گلی میں گھس گئی۔

یہ گلی تاریک اور مختصر تھی۔اس میں صرف ایک سرکاری برقی ستون تھا۔لڑکی کے انداز میں اب لاپرواہی تھی۔وہ کسی خیال میں منہمک سر جھکائے چلتی رہی۔

خان نے دیکھ لیا تھا کہ اس کا رخ ولسن بار کی طرف ہے۔یہ باہر سے ایک چھوٹا سا ہوٹل تھا،لیکن اس کا عقبی حصہ،جس کا علم مخصوص لوگوں کو ہی رہتا تھا،کافی کشادہ اور آراستہ تھا۔

خان اپنے اندازے کے مطابق تیز تیز چلتا ہوا اس سے پہلے ہی ولسن بار میں داخل ہو گیا۔کاؤنٹر پر موجود دیسی عیسائی جو منیجر کا ہی کوئی عزیز تھا، گاہک سے پیسے لینے میں مصروف تھا۔

خان ایک خالی نشست پر تھکے ہوئے انداز میں بیٹھ گیا اور چاروں طرف دیکھ کر اس طرح زبان ہونٹوں پر پھیرنے لگا جیسے طلب لگی ہو۔اسے پیاس تو سمجھا ہی نہیں جا سکتا تھا، کیونکہ پانی کے گلاس بھرے ہوئے میز پر ہی موجود تھے۔اس سے کچھ فاصلے پر دوسری میز پر

Akram Allahabadi

ایک ٹھگنا سا سانولی رنگت کا دیسی عیسائی بیٹھا تھا۔اس نے اشارے سے ایک بیرے کا پاس بلایا۔بیرا شاید اس قسم کے اشاروں کا مطلب سمجھتا تھا۔اس نے جھک کر کان لگایا۔

"چٹ لاؤ۔" وہ آہستہ سے بولا۔لیکن خان کے کان بھی ادھر ہی لگے تھے۔اس نے سن لیا۔

"کتنے کی؟" بیرے نے پوچھا۔

"پچیس کی۔" وہ آدمی بولا۔

"بس؟" بیرا مسکرایا۔

"آج زیادہ نہیں پیوں گا، کڑکی آ گئی ہے۔"

"ابھی لایا۔" بیرا یہ کہہ کر چلا گیا اور جس وقت وہ کاؤنٹر والے سے چٹ حاصل کر رہا تھا، اسی وقت دروازے سے وہ لڑکی داخل ہوئی۔اس کا سایا کاندھوں سے نیچے سرک رہا تھا، لیکن اسے جیسے اس کی پرواہ نہ تھی۔وہ آوارگی کے انداز میں منہ میں کچھ چباتی ہوئی کاؤنٹر کے پاس سے گزرنے لگی۔

"ہیلو، سویٹ۔" کاؤنٹر والے نے منہ سے ہلکی سی سیٹی بجا کر اسے چھیڑا۔

"تیری ماں، حرامزادے۔" وہ لاپرواہی سے سر کو جھٹکتی ہوئی یہ کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

"چڑھی بار رگاہ ہے آج کل۔" کاؤنٹر والا لینے بے غیرتی سے ہنستے ہوئے طنز کیا۔

"یہ دیکھ۔" وہ سینے کے پاس کھونسا ہوا سو کا نوٹ اسے دکھاتے ہوئے بولی۔

"وہی نیوی والا؟" کاؤنٹر والے نے پوچھا۔

"میں اپنے بکروں کے نام یاد نہیں رکھتی۔" یہ کہہ کر وہ پلٹی اور کاؤنٹر پر آ گئی۔اس کی نظر اس وقت خان پر بھی پڑ گئی۔اسے اس بڈھے کی نظروں میں حریصانہ چمک نظر آئی تو مسکرا دی۔پھر اس کا لہرا کر کاؤنٹر سے نکلتے ہوئے کھڑے ہونے کا انداز ایسا تھا کہ خواہ مخواہ جذبات میں اشتعال آ جائے۔

Akram Allahabadi

"اے، سیمسن ۔" اس نے کاؤنٹر والے کو مخاطب کیا۔ "وہ بڈھا کون ہے؟" اس کا اشارہ خان کی طرف تھا۔

"ہوگا کوئی ترسا ہوا بیچارہ۔ بڈھوں کی جوانی بڑی حسرتناک ہوتی ہے، کوئی پوچھتا نہیں بیچاروں کو۔" سیمسن نے خان کی طرف رحم آمیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"جیب گرم ہو تو ایسے بڈھے بھی دس جوان لڑکیاں خرید سکتے ہیں۔" وہ حقارت بھرے لہجے میں بولی۔

"اچھا تو مجھے چٹ دے بیس کی۔"

"بس، بیس کی؟"

"اور نہیں تو کیا، حرام کے پیسے ہیں۔" وہ اکڑ کر بولی۔

"نہیں، خون پسینے کی کمائی ہے تمہاری۔" سیمسن نے اس پر فقرہ چست کیا۔

"عزت بیچی ہے، عزت۔ لوگ کہتے ہیں عورت کی عزت بڑی قیمتی چیز ہے۔ کتنے مکار ہوتے ہو تم مرد۔" لڑکی کے لہجے میں بڑا گہرا طنز اور اکتاہٹ سی جھلک رہی تھی۔

"تو مجھ سے بحث مت کر، میں پادری نہیں ہوں۔ لے یہ چٹ۔" سیمسن نے سو کا نوٹ اس سے لے کر اسے ایک سبز رنگ کا چھوٹا سا کاغذ تھما دیا۔ جس پر ۲۰ کے ہندسے بنے ہوئے تھے۔

"پادری کیا فرشتے ہوتے ہیں، پرسوں تو گرجا میں پادری سموئیل مجھے اپنے گھر پہ چائے کی دعوت دے رہا تھا۔"

"بابا، پیچھا چھوڑ میرا، تو تو زبان پکڑ لیتی ہے۔"

"تیری زبان میں ایک دن کاٹ کر کھاؤں گی۔ بڑی مزے دار ہوتی ہے مرد کی زبان۔ اسی سے تھوکتا ہے اسی سے چاٹتا ہے۔" وہ یہ کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

بیرا کاؤنٹر سے واپس جا کر اس آدمی کو ایک سرخ رنگ کی چٹ دے ہی رہا تھا کہ

خان نے بھی اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔وہ اسے پہچاننے کی کوشش کرنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا قریب آ گیا۔

"ایک چٹ۔"خان نے بیس روپے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

بیرے نے ایک بار نیچے سے اوپر تک خان کو دیکھا اور پھر نوٹ لے کر کاؤنٹر کی طرف چلا گیا، لیکن سیمسن نے چٹ دینے میں کوئی اعتراض نہیں کیا۔وہ بیرے کو ہی سمجھانے لگا کہ نیا ہے تو کیا ہوا، کسی نے پتا بتا دیا ہوگا۔آدمی تو خطرناک نہیں معلوم ہوتا۔"

بیرے نے اسے چٹ لا کر دی۔یہ سبز رنگ کی تھی اور جس پر ۲۰ (بیس) کے ہندسے بنے ہوئے تھے۔خان چٹ جیب میں ڈالتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔پہلا آدمی اور اس سے پہلے وہ لڑکی بھی واش بیسن کے پاس بنے ہوئے لیویٹری کے دروازے سے اندر جا چکے تھے۔خان بھی اس میں داخل ہو گیا۔دراصل یہ دروازہ اندر سے ایک طرح کی ڈیوڑھی تھی جس میں ایک اندرونی دروازہ لیویٹری (پیشاب خانہ) کا اور دوسرا دائیں طرف تھا، یہ ایک تنگ راستے کا دروازہ تھا جو گلی کی طرح لیویٹری کے پیچھے سے گھوم کر کہیں جاتا تھا۔

اس راستے سے گزر کر خان نے اپنے آپ کو ایک اونچی چھت کے چوکور ہال میں پایا جس میں ایک طرف پارٹیشن لگا کر شاید اسٹور روم بنایا گیا تھا اور اسی سے ملا اس خفیہ شراب خانے کا کاؤنٹر تھا۔یہاں ہر قسم کی شراب، جنجر، بیئر اور سوڈے کی بوتلوں کے علاوہ بھنی ہوئی مرغیوں، مچھلیوں، انڈوں اور مٹن چاپ وغیرہ کا انتظام تھا۔شراب کی بو سے سارا ہال بسا ہوا تھا اور وہ سب ہی اس گٹر کی کیڑے تھے۔یہی بو ان کی غذا تھی۔شراب خانے میں آنے کے بعد اسے کسی نے لفٹ نہیں دی۔وہ سب لوگ اسے صرف ایک نظر دیکھ کر رہ گئے۔شاید ان کے لیے یہاں اجنبی اور غیر اجنبی سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔اور وہ تھے بھی اپنی اپنی ترنگ میں کھوئے ہوئے۔

خان نے ایک میز پر بیٹھتے ہی ایک سانولی شکل کا بیرا آ پہنچا۔خان نے کوپن نکال کر

Akram Allahabadi

سامنے رکھ دیا۔

''کیا چاہیے، صاحب؟'' وہ بولا۔

''وسکی بھی ہے؟'' خان نے کھانستے ہوئے پوچھا۔

''ہے۔صرف کچرا گڈھ کی۔'' پیرا برا سامنہ بنا کر بولا۔

''تو آدھی لے آؤ۔''

''باس....'' پیرے نے 'بس' کو تحقیر آمیز ادا سے کھینچ کر کہا۔لیکن خان نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔اس کی نظریں ہال کا جائزہ لیتی ہوئی اس لڑکی پر جا کر ٹھہر گئی تھی جو ایک میز پر صرف ایک آدمی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔وہ آدمی چہرے سے کوئی بدمعاش ہی معلوم ہوتا تھا اور ایسی جگہ ایسے لوگوں کا موجود ہونا خلاف توقع نہ تھا۔اتنے میں لڑکی والی میز پر شراب کی بوتل آ گئی، جس میں سے اس نے دو گلاسوں میں تقریباً دو پیگ شراب انڈیل کر باقی گلاس سوڈے سے بھرتے ہوئے بوتل ایک طرف رکھ دی۔پھر وہ ایک گلاس اس آدمی کی طرف بڑھاتے ہوئے حقارت بھرے لہجے میں بولی۔

''لو زہر مار کرو، حرام خور۔''

''تو تو بس گالیاں دیے جا، مگر شراب پلائے جا۔'' وہ آدمی جلدی سے ایک گھونٹ حلق میں انڈیل کر بولا۔

''اس سے زیادہ ایک قطرہ نہیں ملے گی۔'' لڑکی نے بوتل اپنے قبضے میں کر کے فرش پر نیچے پیروں کے پاس رکھ لی۔اور وہ آدمی گلاس خالی کر کے کچھ ایسا منہ بنائے اٹھ گیا جیسے تشنگی ابھی بالکل نہ بجھی ہو۔

اس کے میز سے ہٹتے ہی لڑکی نے بوتل پھر میز پر رکھ لی اور اپنے گلاس سے چسکیاں لینے لگی۔چاروں طرف دیکھتے ہوئے ایک بار اس کی نظر خان سے بھی ٹکرا گئی۔اور وہ اس بوڑھے کو اتنی حریصانہ نظروں سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دی۔اس نے اسے اور للچوا نے

Akram Allahabadi

کے لیے میز کے نیچے اپنے ایک پیر کی پنڈلی اور کھول دی۔ اور واقعی جیسے بوڑھے کی نظروں سے رال ٹپکنے لگی ہو۔

بیرے نے کچھ اگر دہ وسکی کی نصف بوتل خان کے سامنے لاکر رکھ دی۔ اس کے ساتھ ایک گلاس اور سوڈے کی بوتل بھی تھی۔

"اور کچھ؟" بیرے نے پوچھا۔

"ایک مرغی۔"

بیرا چلا گیا۔ خان نے بوتل کھولی اور گلاس میں نصف سوڈا نصف شراب ملا کر سامنے رکھ لی۔

لیکن اسی وقت وہ چونک پڑا۔ اس خفیہ شراب خانے میں اسے ایک ایسی شکل نظر آئی جس کا وجود کم از کم اس وقت اور یہاں اس کے لیے غیر متوقع تھا۔ وہ ابھی ابھی آیا تھا، چندر کانت۔ نہ جانے کیوں لڑکی اسے دیکھ کر گھبرا سی گئی، مگر پھر فوراً ہی اپنے آپ پر قابو حاصل کر لیا۔ چندر کانت چاروں طرف نظر دوڑا کر کسی کو تلاش کر رہا تھا۔ پھر اس کی بھی نظر اس لڑکی پر پڑ گئی، لیکن اس نے اسے صرف ایک نظر ہی دیکھا اور پھر اس انداز میں جیسے کسی کو تلاش کر رہا ہو وہ نہ ملا ہو، دونوں کاندھے جھٹکتا ہوا شراب خانے سے چلا گیا۔ خان یہاں یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ وہ چندر کانت کے پیچھے جائے یا یہیں رہے اور دوسری چیز مقدم سمجھ کر وہ بیٹھا رہا۔ لڑکی کے انداز میں پھر پہلے کی سی لاپرواہی آ گئی تھی۔ خان پھر کسی عیاش قسم کے حریص بوڑھے جیسی اداکاری کرنے لگا۔

لڑکی اسے نظر انداز نہ کر سکی اور شراب سے بھرا گلاس لے کر اس کی میز پر آ گئی۔ اس پر نشہ طاری ہو چلا تھا۔ اس لیے چال میں خفیف سی لڑکھڑاہٹ تھی۔

"تو تم... قتی دیر سے گھور رہے ہو مجھے، بڈھے۔" وہ خان کی آنکھوں کے سامنے انگلی نچا کر بولی۔ "کیوں؟... ہچ..." اس نے ہچکی لے کر پوچھا۔

”تت تم...تم اچھی لگتی ہو۔“

”کیا طبیعت آ گئی ہے ... ہیں... بچ...“ اس نے دعوت دیتی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ لہرا کر پوچھا۔

”یونہی سمجھ لو۔“

”پیسے ہیں جیب میں؟“

اس کے جواب میں خان نے جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اسے دکھا دی اور اسے جیب میں رکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔لڑکی اب کسی پالتو کتیا کی طرح اس کے پیچھے چل رہی تھی۔ولسن بار سے نکلتے ہوئے کسی نے بھی انھیں تعجب سے نہیں دیکھا۔ان کے لیے یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہ ڈورتھی سے خوب واقف تھے،صرف اس کے اس بوڑھے شکار کو دیکھ کر مسکراتے رہ گئے۔

”کہاں چلو گے؟“لڑکی نے چلنے میں اس کے کاندھے کا سہارا لیتے ہوئے پوچھا۔

”میرے گھر۔“خان نے آواز میں بوڑھاپن برقرار رکھا۔

”اور کوئی نہیں ہے کیا؟“

”نہیں۔شادی ہی نہیں کی تھی۔“

”یو... پورانے پاپی مالوم ہوتے ہو... بچ...“لڑکی نے بھونڈی سی ہنسی ہنس کر کہا۔

”کماتا ہوں،مزے اڑاتا ہوں۔میرے جیسی کمائی اور تم جیسی لڑکیاں۔“

”کیا دھندا کرتے ہو؟“

”چوربازاری۔“خان نے صفائی سے کہا۔

”بہت کما لیا ہوگا۔لکھ جاؤ نا سب میرے نام۔“

”جو کماتا ہوں،اڑا دیتا ہوں،رکھونگا کس کے لیے؟“

”یوں نہیں پگھلو گے۔“وہ اسے مخمور کر دینے والی نظروں سے گھور کر بولی۔”بڈھے

Akram Allahabadi

ہوتے ہی کنجوس ہیں۔"

"خود دیکھ لینا۔"

راستے سے خان نے ایک ٹیکسی کر لی اور دونوں پچھلی نشست پر بیٹھ گئے۔ چند سڑکوں سے گزر کر خان نے کار ایک جگہ رکوا دی۔ ٹیکسی کا بل ادا کرنے کے بعد وہ لڑکی کو سہارا دے کر اس بلڈنگ کا زینہ طے کرانے لگا۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ بلڈنگ کے مکین بھی شاید سب سو چکے تھے، کیونکہ کھڑکیوں میں بھی اندھیرا تھا۔

یہ چھوٹا سا فلیٹ اس سونے علاقے کی اس سونی سی بلڈنگ کے تیسری منزل پر مدت سے خان کے قبضے میں تھا۔ اس نے اسے کسی ہنگامی ضرورت یا مخصوص کاموں کے لیے لے رکھا تھا، لیکن یہاں وہ اپنی اصل شکل میں کبھی نہیں آیا تھا۔ لوگ اس فلیٹ کے مالک کو مسٹر فرنانڈس کے نام سے جانتے تھے۔ ویسے اس عمارت میں رہنے والے شاید فطرتاً ایک دوسرے سے بیزار یا غیر متعلق ہی واقع ہوئے تھے۔ کسی نے فرنانڈس کے فلیٹ میں آ کر جانے والوں یا اس کے کئی کئی دن بند رہنے پر کبھی کوئی خاص توجہ نہ دی تھی۔ انھیں معلوم تھا کہ فرنانڈس چمڑے کا بیوپاری ہے اور کام کے سلسلے میں زیادہ تر باہر رہتا ہے۔ کاریڈور کی بھی روشنی گل تھی، اس لیے خان کو ٹارچ کی مدد سے دروازہ کھولنا پڑا۔ اندر سے یہ فلیٹ دو کمروں، ایک غسلخانے اور ایک باورچی خانے پر مشتمل تھا۔ اندر آ کر خان نے دروازہ بند کر لیا اور بجلی کا سوئچ آن کر دیا۔

"تو یہ ہے تمہارا مقبرہ۔" لڑکی کمرے میں ٹہل ٹہل کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "ہے تو اچھا۔" اس نے منہ چباتے ہوئے کہا۔

"بیٹھ جاؤ۔" خان نے اس بار تحکمانہ لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

اور خان کے لہجے میں اچانک اس قدر تبدیلی محسوس کرتے ہی وہ چونک پڑی۔ کسی نامعلوم خیال سے اس کا چہرہ زرد سا پڑ گیا، مگر وہ زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتی ہوئی بیٹھ گئی۔ یہ آواز یقیناً کسی بوڑھے آدمی کی آواز نہ تھی۔ اس میں کرختگی، وزن اور کمانڈ کی قوت تھی۔

Akram Allahabadi

"کک... کون ہو تم؟" وہ ہکلائی۔ اس کا نشہ پھیکا ہوا جا رہا تھا۔

"اس سے تمہیں مطلب نہ ہونا چاہیے۔ میں جو کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، اس کا صحیح جواب دو بس۔"

"پپ... پو... پوچھو۔"

"کیا تمہیں کرشنا چوک کے ایک گندے مکان کا وہ آدمی یاد ہے جس کے پاس بیٹھ کر تم نے تصویر کھنچوائی تھی۔"

خان کے اس سوال پر وہ زرد ہو گئی اور پھر خوفزدہ نظروں سے خان کی شکل دیکھنے لگی۔ اس کا نشہ ہوا ہو چکا تھا۔

"مم... میں ایک پیشہ ور عورت ہوں۔" آہستہ سے یہ کہتے ہوئے اس کا سر جھک گیا۔ تھوڑی دیر قبل بلبل کی طرح چہکنے والی یہ لڑکی اس وقت سنجیدگی اور یاس کا مجسمہ نظر آ رہی تھی۔

"جانتا ہوں اور اسی لیے تمہیں یہاں لایا ہوں، ورنہ تمہارے ساتھ کچھ اور سلوک کرتا۔" خان کے لہجے میں اب بھی کرختگی تھی۔

"تم... تم کیا چاہتے ہو؟" گھبراہٹ میں اس کی سانس پھولنے لگی۔

"تمہیں کس نے اس کام پر آمادہ کیا تھا؟"

"آپ جیسے ایک گاہک نے۔" وہ سادگی سے بولی۔

"کیا تم اس سے واقف نہیں ہو؟ دیکھو، مجھ سے ذرا سا بھی جھوٹ بولنے کی کوشش تمہیں کہیں اور پہنچا دے گی۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ وہ مجھے سمندر کے کنارے سے لے گیا تھا۔ اس نے ۱۰۰ (سو) روپے پہلے ہی میرے ہاتھ میں رکھ دیے تھے۔ کرشنا چوک میں اس مکان میں داخل ہونے کے بعد اس نے مجھے بتایا کہ وہ مجھ سے اس قسم کا کام لینا چاہتا ہے۔ میں اتنی بیوقوف بھی

نہیں تھی کہ اس کام کو خطرناک نہ سمجھتی، لیکن وہاں دو آدمی اور بھی موجود تھے۔انھوں نے بتایا کہ ہم اپنے ایک دوست کے ساتھ مذاق کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان پر یقین کرلیا اور پانچ سو روپوں میں اپنی تصویر اس بیہوش آدمی کے ساتھ کھنچوادی۔"

وہ جب تک بولتی رہی خان کا ہاتھ اس کی ایک جیب میں پڑا رہا۔اس کے بعد وہ نرم پڑ گیا۔

"چلو مان بھی لیا، لیکن اس کے بعد؟"

"اس کے بعد وہ مجھے ایک کار میں واپس لائے اور اسی جگہ چھوڑتے ہوئے انھوں نے مجھے دو ہزار روپے اور یہ ہدایت کی کہ میں یہ جگہ چھوڑ کر کہیں چلی جاؤں، کیونکہ وہ آدمی ہوش میں آکر اس مذاق سے اس قدر بھڑک اٹھا ہے کہ اس نے مجھے قتل کر دینے کی قسم کھائی ہے۔ میں اس وقت گھبراہٹ میں تھی۔ڈر کی وجہ سے میں نے وعدہ کرلیا۔انھوں نے مجھے کلکتے کے لیے ایک ہوائی جہاز کا پیشگی بک کیا ہوا ٹکٹ دیا اور اپنا ایک آدمی مقرر کر دیا جو مجھے ہوائی جہاز پر بٹھا کر آئے۔ مجھے ولسن بار سے اپنا ایک سوٹ کیس لینا تھا۔وہ آدمی باہر ہی رہا اور میں سوٹ کیس لے کر آگئی۔مگر جب ہوائی اڈے پر پہنچے تو وہ آدمی مجھے ڈریسنگ ہال کا راستہ بتا کر یہ کہہ کر چلا گیا کہ یہاں پولیس موجود ہے، میرا اندر جانا ٹھیک نہیں، تم چلی جاؤ۔اور اگر تم نے یہ جہاز مس کر دیا تو تم صبح تک زندہ نہ رہ سکو گی۔ میں اندر تو چلی گئی، لیکن مجھے اس کے ان الفاظ سے گھن آنے لگی۔میری زندگی بھی آخر کونسی قیمتی تھی۔ میں نے سوچا کوئی مارتا ہے تو مار ڈالے، لیکن اب میں نہیں جاؤں گی۔ مجھے اس جگہ سے جہاں ہوش سنبھالنے سے اب تک میں ان گنت راتوں میں بک چکی ہوں، بڑی شدید نفرت کے ساتھ شدید محبت بھی ہے۔ میں اسے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ یہ احساس وہیں پہنچ کر مجھے اور زیادہ ہوا۔میرے ولسن بار کے دوست، یہ بدمعاش، مگر زندہ دل اور ہنسوڑ ے۔میری سمندر کنارے کی شامیں اور جنسی بھوک کے ستائے ہوئے وہ بیچارے گاہک، جو میرے جوان جسم سے تھوڑی سی گرمی حاصل کرنے کے

لیے اپنی گاڑھے پسینے کی کمائی بڑی فراخدلی سے مجھ پر نثار کر دیتے تھے۔ میں ہوائی جہاز پر سوار نہیں ہوئی۔ میں اس وقت وہاں سے لوٹی جب سب جا چکے تھے اور سناٹا ہو گیا تھا۔ واپسی کے لیے ائیر کمپنی کی ایک اسٹاف بس کے ایک آدمی نے بڑی عزت سے مجھے بس میں جگہ دیدی۔ اور اس طرح میں ولسن بار واپس پہنچ گئی۔ میں نے سیمسن کو سب کچھ بتا دیا اور وہ مجھ پر بہت بگڑا کہ جب میں سوٹ کیس لینے اندر آئی تھی تبھی اسے کیوں نہیں بتایا۔ وہ اس آدمی کی گردن توڑ دیتا۔ لیکن میں اس کے بھروسہ دلانے پر بھی احتیاط سے ہی باہر نکلتی تھی۔ وہ نیوی کا آفیسر مجھے ولسن بار سے ہی لے گیا تھا اور مجھے جانا بھی پڑا کیونکہ میری جیب خالی ہو چکی تھی۔"

"لیکن تمہیں تو دو ہزار پانچ سو روپے ملے تھے نا؟"

"وہ اس سوٹ کیس میں تھے جو کسی نے ولسن بار میں ہی غائب کر دیے۔ سیمسن نے جب سب پر سختی کی تو ڈنلپ نے قبولا کہ اس نے وہ روپے غائب کر کے جوئے میں ہار دیے ہیں۔ وہ بڑا بے غیرت ہے۔ میری کمائی میں زبردستی حصہ بٹایا کرتا ہے۔"

"کیا وہی آدمی جس نے تمہاری شراب میں حصہ بٹایا تھا؟"

"ہاں، وہی۔ میں اسے جوتوں سے بھی مارتی ہوں تو برا نہیں مانتا، لیکن میرا پیچھا کسی صورت نہیں چھوڑتا۔"

"خیر، مجھے ان فضول باتوں سے دلچسپی نہیں۔ کیا تمہیں پھر وہ لوگ نہیں ملے؟"

"نہیں۔ لیکن..." کہتے کہتے وہ رک گئی۔

"کہتی جاؤ۔ سچ بولنے میں ہی تمہاری نجات ہے۔"

"آج مجھے ایک آدمی کو دیکھ کر یہ شک ہوا تھا کہ اسے میں کرشنا چوک والے مکان میں دیکھا تھا۔"

"کیا وہی جو چاروں طرف دیکھ کر واپس چلا گیا تھا؟"

"ہاں۔ میں سمجھی تھی کہ وہ مجھے ہی نہ تلاش کر رہا ہو، لیکن میرا خیال غلط نکلا۔"

Akram Allahabadi

"اچھا۔ تمھیں اس آدمی کا حلیہ یاد ہے جس نے اس کام کی تم سے فرمائش کی تھی؟"

"یاد کر سکتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ ذہن پر زور دینے لگی۔

"ٹھیک ہے یاد کرو۔" خان نے اس کے سامنے ٹہلتے ہوئے تسلی بخش لہجے میں کہا۔

"اس کی شکل... شکل... وہ کیا کہتے ہیں اس کتے کو.. خوفناک سی صورت..."

"بلڈاگ؟"

"ہاں۔ بلڈا..."

لیکن وہ جملہ مکمل نہ کر سکی۔ ایک 'سٹ' کی آواز ہوئی اور بس۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گر پڑی۔ خان اسے چھوڑ کر تیزی سے غسل خانے کے ذرا سے کھلے ہوئے دروازے کی طرف لپکا۔ نشانہ بتا رہا تھا کہ فائر اسی طرف سے ہوا ہے۔ اس نے غسل خانے کے دروازے کی طرف پہلے توجہ بھی نہیں کی تھی اور اس کی ضرورت بھی نہیں تھی کیونکہ اس کی غیر موجودگی میں فلیٹ کے ہر حصے کی تمام کھڑکیاں بند رہا کرتی تھیں، مگر جب وہ غسل خانے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کھڑکی کا شیشہ کٹا ہوا تھا، اس طرح جیسے ہیرے کی کنی سے کاٹا گیا ہو اور کھڑکی کھلی تھی۔

خان نے دوڑ کر نیچے جھانکا اور اس وقت اسے صرف ایک ہی ترکیب کچھ کارگر معلوم ہوئی۔ اس نے جیب سے وسل نکال کر بجا دی۔ رات کے سناٹے میں وسل کی آواز دور تک پھیل گئی اور ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں اسے کانسٹیبل حیران حیران سا سڑک پر دوڑتا نظر آیا۔ خان نے اوپر سے اس پر ٹارچ کی روشنی ڈالی اور وہ ٹھہر گیا۔

"ایک کالے رنگ کی کار ابھی یہیں سے اسٹارٹ ہو کر آگے گئی ہے۔ ٹیکسی پکڑ کر پیچھا کرو۔" خان کا لہجہ تحکمانہ تھا اور کانسٹیبل ایک لمحے کے لیے بھی یہ نہ سوچ سکا کہ اسے اس طرح سے حکم دینے والا کوئی اجنبی ہوگا۔ وہ بغیر کچھ بولے سر ہلاتا ہوا آگے کی طرف دوڑنے لگا، شاید ٹیکسی تلاش کرنے۔

خان پلٹ کر ڈورتھی کی لاش کے پاس آ پہنچا۔ وہ ابھی تک ختم نہیں ہوئی تھی۔

Akram Allahabadi

دوسرے کمرے میں ٹیلی فون موجود تھا۔خان نے سب سے پہلے ایئر کوارٹرز کو رنگ کیا، لیکن وہاں سوائے ایک بوڑھے قسم کے سب انسپکٹر کے اور کوئی موجود نہ تھا۔پھر اس نے کنٹرول روم کو فون کر کے فرار ہونے والی لینڈ وباڈی سیاہ کار کے بارے میں بتاتے ہوئے تمام پٹرول یونٹوں اور اسٹیشنوں کو آل الرٹ کال نشر کرنے کی ہدایت کی، لیکن کنٹرول روم کا وائرلیس آپریٹر کافی خر دماغ نکلا۔

"معاف کیجیے، خان صاحب، ہمیں تو معلوم ہوا ہے کہ آپ معطل ہیں، پھر ایسی صورت میں آپ کا آرڈر؟"

"اُف فوہ...تم اس چکر میں نہ پڑو، میں جو کچھ کر رہا ہوں قانون کے لیے ہی کر رہا ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے۔" آپریٹر نے معذرت چاہی۔

"یو ایڈیٹ۔" خان نے بگڑ کر لائن منقطع کر دی۔پھر اس نے قریبی فائر بریگیڈ کا نمبر ملایا اور اسے خبر کر دی کہ فلاں بلڈنگ کے فلاں فلیٹ میں ایک لڑکی پڑی ہے جسے گولی ماری گئی ہے، اگر فوراً اسے اسپتال پہنچایا جائے تو شاید جان بچ سکے۔" فائر بریگیڈ کے ایمبولینس سروس کنٹرولر نے اسے یقین دلایا کہ وہ ابھی ایمبولینس بھیجتا ہے، لیکن جب اس نے خان سے اس کا نام پوچھا تو خان نے مصلحتاً اسے فرنانڈس ہی بتایا۔ڈورتھی کی پشت میں داہنی طرف بغل سے کچھ ہٹ کر گولی لگی تھی۔بچنے کی اگر کوئی صورت ہو سکتی تھی تو شاید ہی کوئی بہت بڑا ماہر ڈاکٹر فوراً اس کا آپریشن کر کے ایک پھیپھڑا نکال دے۔اسے ڈاکٹر سید کا خیال آ گیا۔اس نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ اتنی رات گئے ڈاکٹر سید کا آجانا کچھ مشکل ہی ہے اسے ٹیلی فون کیا۔ڈاکٹر سید کو نیند سے بیدار ہو کر فون پر آنا پڑا۔

"ڈاکٹر، میں خان بول رہا ہوں۔"

"ارے، آپ؟ کہاں سے؟ بھئی، میں نے آپ لوگوں کے بارے میں اخبارات

میں یہ کیا دیکھا ہے؟''

''ابھی اس کی تشریح کا وقت نہیں، بس یوں سمجھ لیجیے کہ حالات ہی کچھ ایسے ہیں۔ بہرحال میں اس وقت نہایت رازدارانہ طور پر آپ کی مدد چاہتا ہوں۔''

''میں نے کب انکار کیا ہے۔''

''ایک جوان لڑکی کے گولی لگ گئی ہے، لیکن ابھی اس میں زندگی باقی ہے۔شاید فوری طور پر ایک پھیپھڑے کا آپریشن کرنے سے بچ جائے، لیکن یہ کام کوئی آپ جیسا ماہر ہی کرسکتا ہے۔''

''بھئی، میں بھی کسی ایسے کیس کی گارنٹی نہیں دے سکتا۔''

''کوشش تو کرسکتے ہیں؟''

''ہاں ہاں، کیوں نہیں۔آپ اسے میرے پرائیوٹ اسپتال میں لے آیئے۔''

''کیا وہاں اس طرح اسے رکھا جاسکتا ہے کہ کسی کو کان و کان خبر نہ ہو؟''

''آپ لے آیئے، میں سیدھا وہیں پہنچ رہا ہوں۔سب انتظام ہو جائے گا۔'' ڈاکٹر سید نے اسے یقین دلایا۔

اور دس منٹ بعد ہی جب فائر بریگیڈ والے ایمبولینس لے کر وہاں پہنچے تو انھیں پشیمان ہونا پڑا، کیونکہ اس فلیٹ کے دروازے پر تالا پڑا ہوا تھا اور پڑوسیوں نے ان کا مذاق اڑایا کہ وہ کسی کے فون پر بیوقوف بن گئے۔پڑوسیوں نے بتایا کہ فرنانڈس کا فلیٹ تو پندرہ بیس دن سے بند پڑا ہے اور یہاں تو چوہے کا بچہ بھی نہیں آیا۔شاید ان پڑوسیوں نے وسل کی آواز بھی نہیں سنی تھی اور سنی بھی ہو تو اسے سڑک کی آواز سمجھے ہوں گے۔

☆☆☆☆☆☆

چڑھ گئی

بالے اور شوکت اس وقت ریمبو کے عقبی ہال میں بیٹھے ہوئے تھے۔ان کے سامنے قد آدم کھڑکیاں تھیں،جن پر بلجئیم کے موٹے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔یہ کھڑکیاں صرف اوپری منزل کے عقبی ہال میں ہی تھیں۔نچلی منزل کا پچھلا حصہ بند تھا اور اس میں صرف ایک دروازہ تھا۔وہ یہاں رات کے ۹ بجے سے بیٹھے ہوئے تھے۔بالے اس وقت میک اپ میں تھا۔شوکت البتہ اپنی اصلی شکل میں تھا۔بالے نے اگرچہ اسے ضرورت کے مطابق سب کچھ سکھا دیا تھا، لیکن اسے پوری طرح بھروسہ نہیں تھا کہ شوکت اپنی حماقتوں سے باز رہ جائے گا۔بالے میک اپ میں اس وقت ایک خوش لباس غنڈہ نظر آ رہا تھا۔بھنوئیں چڑھی ہوئی،داہنے رخسار پر کنپٹی کے پاس سے ٹھوڑی کی طرف آیا ہوا زخم کا نشان،آنکھوں میں درندگی کے آثار۔ٹائی سے بے نیاز قمیض کے اوپری دونوں بٹن کھلے ہوئے تھے۔

ریمبو مغرب زدہ سوسائٹی کے لوگوں کی مشہور تفریح گاہ تھی اور خوش قسمتی سے اس کا کاروبار ایسا جما تھا کہ دن رات چہل پہل رہتی تھی۔رات کے وقت تو اوپر نیچے کے دونوں ہال بھر جاتے تھے۔اس وقت بھی یہی عالم تھا۔شوکت پہلے ہی آج کے میوزیکل پروگرام کے دو ٹکٹ لے چکا تھا۔ہال میں مردوں سے زیادہ تعداد لڑکیوں کی تھی۔سرخ، سفید، گندمی اور سانولے چہرے۔لال، نیلے، پیلے اور دھانی ساڑھے،اسکرٹ اور سوٹ۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے صحنِ گلشن میں گلہائے رنگا رنگ کھلے ہوں۔ٹیبلوں پر سگریٹیں، نافیاں، چاکلیٹ اور گم وغیرہ سپلائی کرنے والی کاک ٹیبل گرلس ریشمی فیتوں کے ساتھ سامنے ٹرے لٹکائے تتلیوں کی طرح میزوں کے درمیان ناچتی پھر رہی تھیں۔

’’شش شش۔‘‘شوکت نے ان میں سے ایک کو اشارے سے پاس بلایا۔وہ سوئل

کھاتی ہوئی مسکراتی قریب آ گئی۔

''کریون اے کا ڈبہ دیدو ایک۔'' شوکت اس کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے بولا۔

لڑکی نے مسکرا کر کریون اے سگریٹ کا ڈبہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

''کیا کام کرتی ہو؟'' شوکت نے احمقانہ انداز میں آہستہ سے پوچھا۔

''حجامت۔'' وہ اس کے کان میں جھک کر بولی۔شوکت پہلے تو اس جواب پر ست پٹایا، پھر بے غیرتوں کی طرح اس نے بتیسی نکال دی۔

''بھوت اچا قام۔'' وہ تھوک نگلتے ہوئے بولا۔''کام ہے۔''

''یس۔'' لڑکی نے کھڑے کھڑے ناگن کی طرح ایک اور لہر لی۔

''ایک بات پوچھوں؟'' شوکت نے جھجکتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

''سو پوچھیے۔'' اس نے اپنی مخروطی انگلیوں سے ٹرے کے کونے پر ساز بجاتے ہوئے کہا۔

''تمہاری کمر میں ہڈی ہے کہ نہیں؟'' شوکت اس کی بل کھاتی ہوئی کمر کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''او گدھے۔'' بالے کو مجبوراً بولنا پڑا۔لڑکی جواب دینے کے بجائے ہنستی ہوئی چلی گئی۔

''تم خود وہاں کہ گدھے۔لونڈیا کے سامنے انسلٹ کرتے ہو۔''

''کوئی اور ہوتی تو اونچی ایڑی کی سینڈل سے جواب دیتی۔یہ بھی پوچھنے کی بات تھی؟''

''تھی کیوں نہیں، مجھے ایک شاعر کا وہ شعر یاد آ گیا تھا کہ۔اللہ جانے اس بت کی کمر بھی ہے کہ نہیں۔'' شوکت نے شعر کی مٹی پلید کرتے ہوئے کہا۔''وہ سالا ضرور یہاں آیا ہوگا۔ میں بھی تو سوچ رہا تھا اتی دیر سے۔''

''کیا؟''

"وہ بہت وت۔ئی لڑکی ہوگی۔"

"تمہارا سر۔" بالے جھنجلا گیا۔

اتنے میں دولڑکیاں جو کافی فیشن ایبل اور آزاد معلوم ہوتی تھیں، پاس والی میز پر ہی آبیٹھیں۔وہ ان دونوں کو دیکھ کر ہنسنے لگیں۔ان کے آپس کی گفتگو کا نشانہ شاید شوکت کا حوق پن تھا۔

"ارے بالے بھائی۔" شوکت نے بالے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اسے اشارہ کیا۔

"کون بھائی؟" بالے چونک کر اسے گھورنے لگا۔شوکت نے اسے اصلی نام سے پکارا تھا۔

"ارے نہیں، اللہ قسم غلطی ہوئی۔مگر سالا نام بھی کتنا ٹیڑھا ہے کیکڑے کی طرح۔"

"رانڈو۔" بالے نے اسے یاد دلایا۔

"ہاں ہاں...رانڈو بھائی...نہیں وہ...ب...رانڈو بھائی...اور اور۔" وہ میز پر ٹیکے ہوئے ہاتھ کے انگوٹھے سے شرمائے ہوئے انداز میں ان لڑکیوں کی طرف اشارہ کرنے لگا۔

"لڑکیاں ہیں، اور کیا؟"

"تو یہاں کون لڑکے بول رہا ہے...ارے ارے...سالیں ہنس رہی ہیں یہ تو۔" شوکت یہ کہتے کہتے وہ خود بھی ہنسنے لگا۔"اللہ قسم ایک بھوت چنک دار ہے۔"

"تو جاؤ، نام پوچھو۔"

"نہیں، تم جاؤ۔"

اتنے میں بالے نے شوکت کا پیر دبا دیا۔دو آدمی ان لڑکیوں کے پاس میز پر آبیٹھے تھے۔انھوں نے ایک نظر بالے اور شوکت کی طرف دیکھا اور پھر ان لڑکیوں سے باتیں کرنے لگے۔جانے کیوں شوکت کو ان کی یہ روایت ناگوار گزری۔

"یار رانڈو بھائی، تم نے تو رما میں تھرسٹ خون کیے تھے نا؟"

"ہاں، مگر مچھروں کے۔" بالے نے ہاں کے بعد باقی الفاظ آہستہ سے کہے۔

"چپ رہو یار، دھونس جمانے دو۔" شوکت نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر اسے ٹھونکا دیا۔

"تو جماؤ۔" بالے نے یہ کہہ کر کھڑکی کی طرف رخ کرلیا۔ وہ اس عمارت کے دروازے اور اوپر کے فلیٹوں کی نگرانی کررہا تھا۔ خاص طور سے اس فلیٹ کی کھڑکیوں پر اس کی نظر تھی جس کے بارے میں اس نے ریمبو کے پچھلے دروازے کے چوکیدار سے معلوم کیا تھا کہ اس میں ایک یہودی رہتا ہے جو موٹروں کی بیٹریاں بنانے والے ایک کارخانے کا مالک ہے۔ اس کا فلیٹ اس وقت تاریک تھا۔ شاید وہ باہر گیا ہوا تھا۔ ان کے سامنے وہائٹ ہاؤس وہسکی کی نصف بوتل رکھی ہوئی تھی، جو محض دکھاوے کے لیے تھی، کیونکہ بالے نے شوکت سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ اس کے ساتھ رہ کر وہ شراب نہیں پیے گا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر شوکت نے پی لی تو ایسا بہکے گا کہ سنبھالنا مشکل ہوجائے گا۔ لیکن جیسے ہی دوسری میز پر ان آدمیوں نے شان دکھاتے ہوئے شیمپئن کی بوتل منگائی، شوکت نے اکڑ میں آکر آدھا گلاس بھر ہی ڈالا۔ بالے سمجھا تھا کہ یہ بھی دکھاوا ہے، مگر اس وقت جب اس کی توجہ اس عمارت کی طرف موکرز تھی، شوکت نے گلاس خالی کرڈالا۔

"شراب کہاں گئی؟" بالے نے گلاس پر نظر پڑتے ہی اس سے پوچھا۔

"آستین میں۔" شوکت نے بہانہ کیا۔

"اور آستین پھر بھی خشک ہے؟"

"ارے تو خشک میں ہوگی تو کیا دس برس گیلی رہے گی۔"

"تم نے پی لی ہے شوکت۔" بالے نے اسے گھورا۔

"ہاں جاؤ پی ہے۔ وہ سالے بھی تو پی رہے ہیں۔"

"وہ گھاس کھائیںگے تو تم بھی کھاؤ گے؟"

Akram Allahabadi

"ہاں، کھاؤنگا۔ایں...کیوں...تم خود کھاؤ...میں کائے کو۔"

"ابھی تمہاری کھوپڑی آوٹ ہوجائے گی۔"

"میاں خاں، بڑے بڑے آوٹ ہوجاتے ہیں۔وہ بیتھو ونکٹ (وینو منکڈ)،کاردار اورعبدالحفیظ اور کیانام ہے کہ امرناتھ ومرناتھ سالے۔"

"میں تمھیں ساتھ نہیں لے جاؤنگا۔"

"میں یہیں موج اڑاؤنگا۔"شوکت نے اپنا موٹا سا ٹھینگا دکھایا۔

"اڑاؤ، میں بھی دیکھتا ہوں۔"بالے کرسی پر پہلو بدل کر بیٹھ گیا۔لیکن واقعی تھوڑی دیر میں شوکت کی کھوپڑی آوٹ ہونے لگی۔

"یا ربا...ارے نئیں تو ب...ہ آمدے بھائی...مئیں یہ بھی نہیں۔ہپ...ہ...انڈا... ہاں، انڈا...اور انڈے سے...ہاں ہاں...انڈوں...پھر نون غایب...ہ ایہ...ہ انڈو...ٹھیک ہے نا؟"اس نے بالے سے ہی پوچھا اور خواہ مخواہ اس لمبی چوڑی تمہید پر بالے کو ہنسی آ گئی۔

"میرا تو جی چاہتا ہے کہ اس لڑکی سے...وہ چینک والی سے...شادی کرلوں۔"

"شروع ہو گئے۔"

"مئیں...اللہ قسم، سچ...اس کی شکل...وہ نیا رائے سے ملتی جلتی ہے۔"

"نیا رائے۔"

"پھر وئی...میں نے اردو کے اخبار میں خود پڑھا ہے۔وہ کیانام ہے کہ کیہ کے شان۔"

"تم چپ رہو تو بہتر ہے۔"

"میں قشی خانے کا مویشی مئیں ہوں، کائے کو چپ روں۔"

لیکن بات زیادہ نہ بڑھ پائی۔شوکت کو نشہ ہو چلا تھا اور ادھر تیز روشنیاں بجھ گئیں اور مدھم روشنیاں جل اٹھیں۔میوزیکل پروگرام شروع ہو رہا تھا۔

"ارے، بتی دیسی ہو گئی۔بجلی گھر تو مئیں فیل ہو گیا؟"شوکت نے رائے زنی کی۔

Akram Allahabadi

"تمہاری عقل فیل ہوگئی ہے۔"

"ڈھینم سے بات کر، بر آمدو بھائی۔ میں خوئی نشے میں نہیں ہوں۔"

"ابھی کچھ دیر میں مریخ کی سیر کروگے، بیٹھے۔گھبراؤ نہیں۔"

"مریخ...؟ ارے ہاں، الف لیلیٰ میں جو ہاتھی کے برابر انڈے دیتا ہے۔" وہ ہاتھی کو اشارے سے بتا کر بولا۔

"ابے اس پرندے کا نام رُخ ہے۔" بالے نے بتایا۔

"کسی اور کو بتانا، خاں۔خالی رخ نام ہوئی نہیں سکتا۔ میں بھی منشی ادیب فاضل ہوں۔ہاں، ماہ رخ...لالہ رخ...کالا رخ...وغیرہ...ہو...تو چلے گا...ہاں چلے گا، چلے گا۔چاچا...لے گا...گا...گاما...سا...رے گا...ما سا...ساما...گارا۔اونہونہہ...سارا...نیکس۔سارے...سارے الو کے پٹھے، بچ۔"

واقعی شوکت کو اب اچھی طرح چڑھ گئی تھی۔سفید گھوڑا پی کر وہ سفید گدھا ہوا جا رہا تھا اور بالے گھبرا رہا تھا کہ کہیں وہ حد سے نہ گزر جائے۔

"بالے بھائی...او ہپ۔" اس نے اپنا منہ بند کر لیا۔ "اللہ قسم چڑھی مڑھی نہیں ہائے، وہ تو یونہی...بس...یو...اؤں...اوں..." وہ پھر وہ دم دبا کر بھاگنے والے کتے جیسی آواز میں اوں اوں کرتا رہ گیا۔موسیقی کی لہروں میں اس کی اوں اوں دب گئی۔

آرکسٹرا نے ایک مغربی طرز 'راک ان رول' چھیڑی تھی اور ایک منٹ بعد ہی اسپاٹ لائٹ کے سائے میں دو مرمریں جسم والی رقاصائیں بھی نمودار ہوگئیں۔ننگی پنڈلیوں، کھلے بازوؤں اور ادھ کھلے سینے کے ساتھ وہ مشرقیت سے کوسوں دور نظر آ رہی تھیں۔

"اے ہے۔" شوکت نے کرسی پر بیٹھے بیٹھے مٹک کر کہا۔ "کیا سنگِ مرمر کے وہ ہیں یانی کہ بت۔"

"اب زبان بند رکھو، ورنہ ہال سے نکال دیے جاؤ گے۔"

"قون نکالے گا سالا۔ کس کی ماں نے دودھ پیا ہائے۔ میرے پاس تین اعشاریہ چار پانچ چھ سات کی بندوق ہائے، بچ، سب پر شوٹ کر دونگا، تمیں سوٹ ...کائے کو... میں درزی تھوڑی ہوں... ہشت۔"

"او گدھے۔"

"ہاں، گدھے۔ سب گدھے۔" شوکت کو اور ہوا لگی۔ "میں گدھا، تم گدھے... بچ۔"

"نکالو اسے، کون ہے؟" تقریباً ہر میز سے یہی شور بلند ہونے لگا۔

"یہ کائے کو چیخ رئے ہیں، باغلے بھائی؟" شوکت نے رازدارانہ لہجے میں پلکیں جھپکا کر پوچھا۔

"تمہاری میت اٹھانے کو۔"

"انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اٹھاؤ۔ اٹھاؤ۔ میں بھی ہاتھ لگاتا ہوں اوں۔" یہ کہتا ہوا وہ میز کو ہی دونوں ہاتھوں سے اٹھانے کے لیے زور کرنے لگا۔ "بھوت بھاری مردہ ہائے۔ ارے آؤ نا کوئی... بچ... آؤ نا تمہاری میت نکلے۔"

اس کے یہ مکالمے آس پاس کی میزوں میں سنے گئے۔ وہاں ہنسی کا طوفان برپا ہو رہا تھا اور پروگرام میں خاصی بد نظمی پیدا ہو گئی۔ مجبوراً پروگرام انچارج کو آ کر بالے سے درخواست کرنی پڑی کہ وہ اپنے ساتھی کو باہر لے جائے، ورنہ مصیبت ہو جائے گی۔

شوکت ہلکی پھلکی برداشت کر لیتا، لیکن 'وہائٹ ہاؤس' اس کے بس کی نہ تھی۔ اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ قدم کہیں کے کہیں پڑ رہے تھے۔ وہ تو بالے نے اسے بازوؤں سے سنبھال رکھا تھا، ورنہ اسے زمین کا فرش اپنا گدے دار بستر ہی نظر آتا تھا۔ وہ جب زینے سے اترنے لگے تو شوکت کو شاید محسوس ہوا کہ وہ یا تو چل رہا ہے یا چلایا جا رہا ہے۔

"کہاں لے جا رہے ہو، برانڈو بھائی؟" اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سیڑھیوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

"پرستان۔" بالے نے ہونٹ چبا کر جواب دیا۔

"پرستان؟ ارے واہ۔یانی کہ نیلم پری، پوخراج پری، سبزی پری، گلفام پری، مجیں گلفام پرا۔ اور وہ سالا کالا دیو بھی تو ہوگا نا؟ کا...لا...دیو...بچ..." شوکت گنگنایا۔ "کالا...دیو...آنند...شکیلہ...سی سی سی...آئی آئی آئی...ڈی ڈی ڈی...ڈی ڈی ٹی...ڈی ایم سی اے بی سی ڈی ای ایف جی ایچ آئی جے کے، ڈائرکٹڈ بائی راجہ اندر...راجہ اندر...راجندر...راجندر سبھا ڈاکٹر...صدر جمہوریہ...اینڈ...جواہر لال نہرو پنڈت ہمارے وزیر اعظم، ضلع یوپی، شہر الہ آباد...زندہ باد...انقلاب زندہ باد...انقلاب زندہ باد...انقلاب الابا وا انقلاب..."

لیکن اس وقت تک وہ نیچے آچکے تھے اور یہاں اسے ایک ہاتھ سے سہارا دے کر بالے نے دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا۔

"ارے چھوڑ دو یار۔ کیا تم مجھے اغوا کر رہے ہاؤ۔" شوکت نے دونوں ہاتھوں کی طاقت لگا کر بالے کا ہاتھ منہ پر سے ہٹا دیا۔

"بس ایک پیغ اور دیدو۔ اللہ تمہیں چار بچے دے۔"

"ٹھہر جاؤ، سور، میں تمہیں اچھی طرح مزا چکھاؤں گا۔"

"ارے تو چغاؤ نا، یار۔ نیکی اور پوچھ پوچھ۔ کتے دنوں سے مجیں پی ہے۔"

لیکن کچھ اور کہنے کی بجائے بالے اشارے سے ایک ٹیکسی والے کو بلوا چکا تھا۔ اس نے اسے شوکت کا پتا بتا دیا اور پانچ روپے کا ایک نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ کر اسے جتا دیا کہ صاحب کو ان کے نوکروں کے حوالے کر کے ہی آنا۔

شوکت ٹیکسی کی پچھلی نشست پر گرتے ہی خراٹے لینے لگا۔ اس کی کار بالے نے ہی روک لی تھی، کیونکہ شوکت اس عالم میں ڈرائیونگ تو کر نہیں سکتا تھا اور بالے کے لیے یہاں سے جانا ناممکن تھا۔ کار کی چابی بھی اس نے اس نے شوکت کی جیب سے نکال لی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

بیل کا سر

ٹیکسی کے جانے کے بعد بھی وہ پلٹ کر ہوٹل کے عقبی دروازے تک ہی آیا تھا کہ کسی کار کی ہیڈ لائٹس نے اسے چونکا دیا۔ وہ کار اسی عمارت کے دروازے پر رک رہی تھی۔ اس وقت ۱۱ بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ کار سے اترنے والی لڑکی کے لیے سرسری نظر سے اسے دیکھ کر اگر کوئی فیصلہ کیا جا سکتا تھا تو یہی کہ چال ڈھال، قد و قامت اور چہرے کے ہلکے سے عکس کے اعتبار سے وہ ڈوریا ہی ہو سکتی تھی، لیکن دوسرا آدمی شوکت کا بیان کردہ ہم شکل بلڈاگ نہ تھا۔ وہ ایک بوڑھا سا آدمی تھا، جس کی فرنچ کٹ داڑھی کے بال بھی کھچڑی نظر آ رہے تھے، لیکن صحت کے اعتبار سے وہ تندرست تھا اور سیدھا چل رہا تھا۔ ان کے عمارت کے دروازے میں داخل ہوتے ہی کار بیک ہوئی اور اسی راستے سے واپس لوٹ گئی۔ بالے نے پلٹ کر ہوٹل کے نچلے حصے سے سب سے پہلے خان کو فون کیا، لیکن اس کا پتا نہ تھا۔ اس نے بہرحال غلام رسول کو اپنا پتا بتا کر ہدایت کر دی کہ خان کے آتے ہی وہ آگاہ کر دے۔ ہوٹل سے نکل کر وہ پھر عقبی تنگ سڑک پر آ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آیا وہ اس وقت عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کرے یا خان کا انتظار کرے۔ دوسری صورت دشوار ہی تھی، کیونکہ اس سڑک پر کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں وہ محفوظ ہو کر بیٹھ سکے اور ہوٹل میں واپس جانا بھی زیادہ کارآمد نہ ہوتا، کیونکہ موسیقی کا پروگرام ختم ہوتے ہی ہوٹل بند ہونے لگتا۔ وہ صرف ۱۲ بجے تک وہاں ٹھہر سکتا تھا اور خان کا بھروسہ نہ تھا کہ کس وقت وہ اپنے بنگلے پر پہنچے گا یا کس وقت وہ یہاں پہنچ سکے گا۔

اسی ادھیڑ بن میں اسے دس منٹ وہیں کھڑے کھڑے گزر گئے۔ اسے بے چینی سی ہو رہی تھی۔ وہ ڈوریا کے بارے میں اسی وقت سب کچھ جان لینا چاہتا تھا۔ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ وہ لاش جو ملبے سے ملی ہے کس کی ہوگی۔ اور اگر وہ ڈوریا کی سمجھی جائے تو کیا وہ اس کی

Akram Allahabadi

بمشکل کسی لڑکی کا پیچھا کر رہا ہے۔ وہ بوڑھا آدمی بھی اس کے لیے نیا تھا۔ پھر اس کی نظریں یہودی والے فلیٹ کی طرف اٹھ گئیں۔ اس کی کھڑکیاں روشن ہو گئی تھیں۔ آخر اس سے صبر نہ ہو سکا۔ وہ اس عمارت میں داخل ہو گیا۔ ابھی وہ سیڑھیاں چڑھ ہی رہا تھا کہ نیچے اسے کسی کار کے رکنے کی آواز سنائی دی۔ وہ پہلی منزل کے زینے والی کھڑکی میں آ کر نیچے جھانکنے لگا۔ یہ بھی ایک لینڈ وباڈی کالی کار تھی جو اسی عمارت کے دروازے پر آ کر رکی تھی اور اس میں سے جو آدمی اتر رہا تھا، وہ شوکت کے بتائے ہوئے حلیے سے مطابقت رکھتا تھا۔ وہی بلڈاگ جیسی شکل کا آدمی۔ وہ زینے کی طرف ہی آ رہا تھا۔ بالے سٹ پٹا گیا۔ یہاں چھپنے کی کوئی جگہ بھی نہ تھی۔ اسی وقت اسے بگڑی ہوئی لفٹ کا خیال آ گیا۔ لفٹ کا دروازہ آسانی سے کھل گیا۔ لفٹ شاید گراؤنڈ فلور پر ہی تھی۔ البتہ اس کی موٹی تار کی رسی لٹک رہی تھی۔ بالے اسے تھام کر اندر اس قدر نیچے لٹک گیا کہ زینہ طے کرنے والے کو نظر نہ آ سکے۔ اسے اسی وقت کسی کے بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی۔ شاید سیڑھیوں سے وہی آدمی اوپر جا رہا تھا۔ اس کے جانے کے بعد بالے پھر باہر نکل آیا اور دیوار سے لگ کر اندھیرے میں اوپر چڑھنے لگا۔ پھر اسے قدموں کی چاپ دور ہوتی معلوم ہوئی۔ شاید دوسری منزل پر وہ آدمی زینہ چھوڑ کر کاریڈور میں گھوم گیا تھا۔ بالے بھی اسی طرف گھوم گیا۔ پھر اسے دور سے کسی کمرے کا دروازہ کھلنے پر باہر پڑنے والی روشنی کی لکیر نظر آئی۔ پھر دروازہ بند ہو گیا۔ بالے نے قریب پہنچ کر دیکھا، دروازے پر پیتل کی نیم پلیٹ لگی تھی اور اس پر لکھا تھا، جوزف ڈیل (Joseph Dale)۔ بالے کو فوراً 'ڈیل موٹر بیٹریز' کا کارخانہ یاد آ گیا۔ اس کی بیٹریاں ملک کے بازاروں میں کافی چلتی تھیں۔

''ایوا... ایوا...'' بالے کو اندر کسی کو کسی کے پکارنے کی آواز سنائی دی۔

''یس، پاپ۔'' ایک نرم و نازک سی آواز نے جواب دیا اور بالے کے کان بجنے لگے۔ یہ آواز ڈوریا سے کتنی ملتی جلتی تھی۔ اس دن پروفیسر آندرو جے چوباسا کے مکان پر ملنے والی لیڈی کی سکریٹری ڈوریا کی آواز اس کے لیے اجنبی نہیں تھی۔ اس نے اس سے بہت دیر

تک باتیں کی تھیں۔ اسے کافی ہنسایا تھا۔ وہ اس وقت بھی اس سے باتیں ہی کر رہا تھا، جب اسے خان کے دوڑنے کی چاپ سنائی دی تھی۔

بالے نے دروازے کے اوپر والے شیشے کے روشندان کوتا کا، لیکن اس تک اچھل کر وہ صرف یہ دیکھ سکا کہ اندروہی بوڑھا آدمی بلڈاگ جیسی شکل کے آدمی کا ہاتھ تھامے اندروالے دوسرے کمرے کے دروازے کی طرف لے جارہا تھا۔ روشندان میں اندر آہنی سلاخیں لگی ہوئی تھیں، اس لیے اس میں سے بھی اندر داخل ہونا ناممکن تھا۔ بالے کو فلیٹ کا ایک پورا چکر کاٹنا پڑا، لیکن خوش قسمتی سے فلیٹ کی پچھلی سمت جو سڑک کی طرف تھی اس کے لیے کارآمد ثابت ہوئی۔ یہاں چھجے سے ہو کر وہ اس کھڑکی تک پہنچ سکتا تھا، جس میں روشنی ہو رہی تھی اور جس کا ایک پٹ کھلا ہوا تھا۔ اس تک پہنچ کر اس نے اندر جھانکا۔ یہ شب خوابی کا کمرہ تھا جہاں دو شفاف بستر لگے ہوئے تھے۔ کمرہ سادہ، لیکن پلنگیں اور ڈریسنگ ٹیبل وغیرہ قیمتی معلوم ہوتی تھیں۔ ٹیبل بیڈ سائڈ کے اوپر ایک ٹائم پیس اور فون رکھا ہوا تھا۔ دونوں پلنگوں کے درمیان سرہانے لیمپ اسٹینڈ تھا جس پر سرخ شیڈ منڈھا ہوا تھا۔

کمرے کا دروازہ بند تھا، لیکن آٹومیٹک شٹر ہونے کی وجہ سے اندر اور باہر دونوں طرف سے کھولا اور بند کیا جا سکتا تھا۔ وہ مقفل نہ تھا۔ بالے نے کی ہول سے جھانک کر دیکھا۔ وہ تینوں ایک لمبی میز کے گرد بچھی ہوئی ایک درجن سے زیادہ کرسیوں میں سے تین کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ لڑکی یا تو ڈوریا ہو سکتی تھی یا ڈوریا کی روح۔ ہنستے وقت اس کے رخسار میں جو گڑھے پڑتے تھے، بالے نے پہلی ملاقات میں ان ہی گڑھوں میں ڈوب مرنے کا ارادہ کیا تھا، لیکن قبل از عشق واویلا ہو گیا اور اس کا نیک ارادہ گول ہو کر صفر کے برابر رہ گیا۔ وہ گڑھے اس وقت بھی پڑ رہے تھے، لیکن بالے کا ارادہ بدل چکا تھا۔ اگر وہ ڈوریا ہی تھی تو یقیناً بہت ہی پراسرار لڑکی تھی اور اس بلڈاگ کے ساتھ ہونے کا مطلب تو یہی تھا کہ وہ پروفیسر آندروبے کی موت اور دھاکے کی سازش میں کوئی بہت اہم رول ادا کر رہی تھی۔ مگر پھر وہ لاش کس کی تھی؟ یہ

Akram Allahabadi

سوچتے ہی اس کے دماغ میں ایک اور خیال ابھر آیا۔ ممکن ہے وہ لاش کسی اور لڑکی کی رہی ہو اور پروفیسر کی موت اور نورالصباح کے حادثے کو قدرتی حادثے کا یقینی رنگ دینے کے لیے پروفیسر کی لاش کے ساتھ ایک لڑکی کی لاش بھی ڈوریا کا میک اپ کر کے وہاں پھکوادی گئی ہو۔ مگر اس کا دماغ پھر الجھنے لگا۔ ایسی کوئی چیز کسی صورت میں کم از کم سپرنٹنڈنٹ خان کو تو دھوکا نہیں دے سکتی تھی۔ جو سلازار جیسی شخصیت کو محفوظ سے محفوظ میک اپ میں، نومین جیسے عیار کو دس قسم کی شکلوں میں پہچان سکتا ہو، نقلی اور اصلی ڈوریا کا فریب اسے بیوقوف نہیں بنا سکتا تھا۔ ویسے اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ڈوریا کی لاش کا پوسٹ مارٹم بھی کیا گیا تھا یا نہیں۔ اسے تو اب تک اپنی معطلی پر بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ ویسے خان کے کہنے سے اس نے یقین کر لیا تھا، کیونکہ حکام بالا بعض اوقات اچھی خدمات کو بھول کر اندھے فیصلے بھی کر لیا کرتے ہیں۔ بالے نے تو اسی دن تہیہ کر لیا تھا کہ معطلی کے وقفے میں وہ کسی سرکاری کام کو ہاتھ تو کیا انگلی بھی نہیں لگائے گا، لیکن خان کے اس اصرار پر کہ وہ اپنے طور پر اس پراسرار کیس کی دھجیاں بکھیرنا چاہتا ہے، بالے نے کام جاری رکھا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ کوئی فیصلہ کرے، اس کمرے میں دو آدمی اور آ گئے۔ یہ معزز شہریوں جیسا لباس پہنے ہوئے تھے، لیکن ان کے چہروں پر روکھا پن اور بے رونقی تھی۔ وہ بھی چپ چاپ دو خالی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ بالے کو اسی وقت نیچے کسی اور کار کے رکنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے کھڑکی کے ذریعے چھجے میں پہنچ کر دیکھا۔ یہ ایک ٹوسیٹر تھی اور وہ اس گاڑی اور اس کے مالک کو پہچانتا تھا۔ اور جب اس میں سے اتر کر آنے والے بھی اسی عمارت میں داخل ہوئے تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔ یہ گلیلو کیمیکلز نامی دواساز فرم کا نوجوان مالک شوپکن تھا۔ یہ بھی نسلاً یہودی تھا۔ اس کے ساتھ اس کی خوبصورت بیوی بھی تھی۔

بالے نے انھیں بھی اس کمرے میں داخل ہوتے دیکھا اور اسے اس وقت اچانک ایسا محسوس ہونے لگا جیسے وہ بیوقوف بن گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ یہودیوں کی کوئی مذہبی یا معاشرتی یا کاروباری میٹنگ ہو، کیونکہ شوپکن بھی نسلاً یہودی تھا اس کی بیوی بھی۔ اور یہ بھی ممکن

Akram Allahabadi

تھا کہ بالکل ڈوریا جیسی شکل کی ہی کوئی دوسری یہودی لڑکی بھی ہو تو کیا یہ تمام محنت بیکار رہی ۔ مگر اسی وقت اسے اس بلڈاگ جیسی شکل کے آدمی کا خیال آ گیا ۔صرف اس کی موجودگی اس کے شبے کو کچھ تقویت بخش رہی تھی، لیکن اس میں بھی ایک گنجائش تھی ۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ وہ بھی یہودی ہو اور اسی ناطے اس میٹنگ میں آیا ہو اور ممکن ہے اس کا مجرمانہ کردار یہاں موجود لوگوں سے پوشیدہ ہی ہو ۔ بہرحال ان مختلف خیالات نے اسے اس قدر الجھا دیا کہ اس نے سوچنا ہی چھوڑ دیا ۔ وہ کی ہول میں آنکھ لگا کر اندر کا حال دیکھنے لگا ۔ اسی طرح اکا دکا آدمی آتے رہے اور چند ہی منٹوں میں سوائے ایک کے تمام نشستیں پر ہو گئیں ۔ یہ خالی نشست میز کی چوڑائی والے سرے کی اکیلی نشست تھی، جیسے کوئی صدارتی کرسی ہو ۔ وہ لوگ بار بار اپنی گھڑیاں دیکھ رہے تھے، جیسے انھیں کسی کا انتظار ہو ۔ اس کرسی کے سامنے میز پر ایک عجیب چیز رکھی ہوئی تھی، جسے بالے پہلے سجاوٹ کا ہی کوئی سامان سمجھا تھا ۔ یہ ایک بیل کا سر تھا جو لکڑی کا بنایا گیا معلوم ہوتا تھا ۔ اس کا رنگ سیاہ اور پالش دار تھا جس کی وجہ سے وہ چمک رہا تھا ۔ لوگوں کی نظریں نہ جانے کیوں بار بار اسی کی طرف اٹھ رہی تھیں ۔ اچانک اس سر میں لگی ہوئی سیاہ پتلیوں والی سفید آنکھیں روشن ہو گئیں ۔ اب وہ آنکھیں سرخ نظر آ رہی تھیں اور ان کی پتلیاں گہری کتھئی رنگ کی ۔ پتلیاں آنکھوں میں گردش کرنے لگیں پھر کھڑکھڑاہٹ کی آواز کے ساتھ اس بیل کے سر کا منہ کھل گیا اور زبان باہر نکل آئی ۔ تمام لوگ یہ دیکھتے ہی اپنی نشستوں پر ادب سے کھڑے ہو گئے ۔

"بیٹھ جایئے ۔ بیٹھ جایئے ۔" بیل کے سر کے منہ سے آواز سنائی دی ۔ بالے کی دلچسپی اب بڑھ چکی تھی ۔ اس آواز کے ساتھ ہی وہ سب بیٹھ گئے ۔

"آپ ہندوستان کے یہودیوں نے یہوداہ کے بیٹے کی مقدس سرزمین کے لیے جو قربانیاں دی ہیں وہ تاریخ میں سنہری حرفوں سے لکھی جائیں گی ۔" بیل کا سر بول رہا تھا ۔

"یہ تو ہمارا فرض ہے، ماسٹر برین ۔" نوجوان شوبکن ادب سے کھڑے ہو کر بولا ۔

Akram Allahabadi

''میں آپ لوگوں کے دلوں کی عقیدت کو جانتا ہوں۔واقعی آپ قابلِ فخر ہیں۔بیٹھ جایئے۔''

شوپکن سر جھکائے بیٹھ گیا۔

''ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ ہمارا مشن اب تکمیل کے قریب ہے اور یقیناً ہماری قوم جلد ہی دنیا کی ایک طاقتور قوم بن جائے گی۔''نیل کا سر بولا۔

''یہووا کا بیٹا مہربان ہے۔''سب نے ایک زبان ہو کر کہا۔

''مسٹر ڈیل۔''نیل کے سر نے بوڑھے میزبان کو مخاطب کیا۔

''یس، ماسٹر۔''بوڑھا اپنی نشست سے کھڑا ہو گیا۔

''پاسپورٹوں کا انتظام ہو گیا؟''

''بڑی دقت پیش آئی، ماسٹر۔اخباروں میں ایوا کی تصویر چھپ جانے کی وجہ سے میں نے صوفیہ کے لیے درخواست دیدی ہے۔''

''کیا تم عین وقت پر دونوں کو ایک دوسرے سے بدل سکتے ہو؟''

''اس کا انتظام ہو جائے گا۔''بوڑھے ڈیل نے جواب دیا۔

''اور، شوپکن، تم؟''نیل کا سر اب نوجوان شوپکن سے مخاطب ہوا۔

''یس، ماسٹر۔''وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ بلڈاگ جیسی شکل کا آدمی بے چینی سے کرسی پر پہلو بدل رہا تھا۔شاید وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔

''قوم کی امانت چلی گئی؟''نیل کے سر نے پوچھا۔

''نہیں جا سکی، ماسٹر۔تین دنوں سے ایئر پورٹ کی بڑی سخت نگرانی کی جا رہی ہے۔''

''اوہ۔''نیل کا سر قہقہہ مار کر ہنسا اور وہ سب سٹ پٹا کر دیکھنے لگے۔''نوجوانوں

Akram Allahabadi

میں عقل کم ہوتی ہے۔خیر،تم اس امانت کو کار کے ذریعے کل شام تک بنگلور پہنچوا دو۔دربار ہوٹل کے پچاسویں روم میں میرا آدمی انتظار کرتا رہے گا میسور سے براہ راست پرواز کی جا سکتی ہے۔"

"او کے،ماسٹر۔" یہ کہہ کر وہ بیٹھ گیا۔

"ایوا۔" بیل کے سر نے اب ڈوریا کو مخاطب کیا۔

"یس،ماسٹر۔" وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"قوموں میں تم جیسی شیر دل لڑکیاں بہت کم پیدا ہوتی ہیں،ہمیں تم پر فخر ہے۔"

عزت افزائی ہے،ماسٹر۔" ڈوریا یہ کہہ کر بیٹھ گئی۔

"ہاں،اب تم کہو،ڈیوڈ۔" وہ خوفناک پراسرار آواز اب بلڈاگ نما چہرے والے آدمی سے مخاطب ہوئی۔

"ماسٹر،معاملہ کچھ گڑبڑ ہو گیا ہے۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

"مطلب؟"

"اس لڑکی کی لاش غائب ہو گئی ہے۔میں نے تمام پولیس اسٹیشنوں اور اسپتالوں کو چیک کر لیا،کہیں پتا نہیں۔"

"لیکن تمھیں یہ یقین ہے کہ وہ مر چکی ہے؟"

"یقیناً،ماسٹر۔"

"تو پھر تمھیں اس الجھاؤ میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔اب زندگی بھر وہ اپنی بے گناہی ثابت نہ کر سکے گا۔"

"لیکن ان کا آزاد رہنا خود ایک خطرہ ہے،ماسٹر۔آپ صرف حکم دیں،میرے آدمی انھیں کہیں سے بھی ڈھونڈ کر ختم کر دیں گے۔"

"تم پھر معاملات کو غلط رنگ دینے کی کوشش کر رہے ہو،ڈیوڈ۔" آواز اب کی بار کرخت تھی۔

Akram Allahabadi

''ماسٹر، میں یہ سب کچھ آپ کے لیے کر رہا ہوں۔''عقیدت سے ڈیوڈ نے سر جھکا لیا۔

''ہمیں تمہاری عقیدت پر شک نہیں، لیکن کام عقل مندی سے ہونا چاہیے۔ وہ دونوں معطل ہو چکے ہیں اور یہ تو یقینی بات ہے کہ وہ کسی صورت اپنی بے گناہی ثابت نہ کر سکیں گے۔ پھر ایسے اپاہجوں سے ہمیں کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔''

''ماسٹر، وہ دوسروں کی مدد تو لے سکتے ہیں؟''

''جب ہم نے ان دو بڑے سراغرسانوں کو محض ایک معمولی سی محنت سے اس انجام کو پہنچا دیا تو کیا تم سمجھتے ہو کہ دوسرے ہمارا کچھ بگاڑ سکیں گے؟ نہیں، ڈیوڈ۔ ہمارے ہاتھ بہت مضبوط ہیں، ہمارا دماغ کام کر رہا ہے۔''

''میرے لیے کیا حکم ہے، ماسٹر؟''

''مسٹر ڈیل، ڈیوڈ کو دس ہزار روپے ملنے چاہئیں تاکہ یہ کوئی مستقبل بنا سکیں۔''

''ضرور دیے جائیں گے، ماسٹر۔''ڈیل نے کھڑے ہو کر جواب دیا اور پھر بیٹھ گیا۔

''شوپکس، تم نے کہا تھا ایرپورٹ پر سخت نگرانی ہو رہی ہے، کیا اس کا سبب بھی معلوم ہے تمہیں؟''

''مجھے یہ معلوم ہوا ہے وہ یہ کہ شاید سونے کی اسمگلنگ زوروں پر ہے۔''

''اوہ... خیر، ہمیں کیا واسطہ۔ اچھا، آج کی میٹنگ برخاست۔''

''ماسٹر۔''شوپکس نے کہنا چاہا۔

''یس۔''بیل کے سر سے آواز آئی۔

''میری ایک آرزو ہے۔ میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''مجھے افسوس ہے، مسٹر شوپکس، ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔ جس دن ہماری قوم نے وہ عظیم قوت حاصل کر لی تم سب مجھ سے آ کر ملو گے۔''

''ارے، پہلے مجھ سے تو مل لو، مجھے مارلن برانڈو کہتے ہیں۔''

Akram Allahabadi

اس غیر متوقع آواز نے انھیں بری طرح چونکا دیا۔ان کے سامنے سارجنٹ بالے دونوں ہاتھوں میں ریوالور لیے کھڑا تھا۔بلڈاگ کی شکل کا آدمی تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالنے جا رہا تھا کہ بالے کی نظر پڑ گئی۔

''نہیں، مائی ڈیئر بلڈاگ۔تمھیں گولی مارنے میں مجھے ذرا افسوس نہ ہوگا۔''

وہ وہیں رہ گیا۔وہ سب گم سم کھڑے ہو کر اس کی شکل دیکھ رہے تھے۔

''ہیلو، ڈوری ڈارلنگ۔''بالے نے ڈوریا کو آنکھ ماری۔

''یہ کوئی غنڈہ ہے کیا؟''ڈیل نے ایوا کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''میں تم سب غنڈوں کا باپ ہوں، مسٹر ڈیل۔''بالے آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

''یہووا کے جانثارو، تمھیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔تمھارا کچھ نہیں بگڑے گا۔''

اچانک بیل کے سر سے آواز آئی اور ان لوگوں کے چہرے عقیدت و جوش سے سرخ ہو گئے۔

''تم پورے بیل ہو، ماسٹر برین، بلکہ گدھے۔میں اپنے تمام راؤنڈ ان سوروں پر خالی کر سکتا ہوں۔''بالے نے بیل کے سر کی طرف رخ کر کے جواب دیا۔

''بڑے غیر مہذب ہو، سارجنٹ۔مگر خیر، تم چاہتے کیا ہو؟''

''تمھاری اور تمھارے ان خرگوشوں کی چٹنی بنا کر بازار میں بیچنا چاہتا ہوں۔''

''میں بدتمیزی برداشت نہیں کرتا، مگر تمھیں دو منٹ سوچنے کی مہلت دیتا ہوں۔ابھی صرف نوکری سے گئے ہو، ضد کرو گے تو جان سے بھی جاؤ گے۔''

''اگر جان سے جانا ہوگا تو تمھارے ان آدمیوں کو اپنے سے پہلے بھیج دوں گا، ماسٹر برین۔''

''بکواس ہے۔میرا ایک اشارہ تمھیں اسی وقت جہنم رسید کر سکتا ہے۔''

''تو کیا جنت سے بول رہے ہو؟''

اچانک دروازے کی طرف کھٹکے کی آواز سن کر بالے پلٹا اور پھر اس کی آنکھیں خیرہ

Akram Allahabadi

ہو گئیں ۔دروازے میں کوئی کھڑا ٹارچ چمکا رہا تھا۔اس کی روشنی بالے کی آنکھوں پر پڑتے ہی بالے کے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی۔اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے بدن میں جان ہی نہ ہو۔ وہ دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔بیل کے سر سے ایک بھیانک قہقہہ سنائی دیا۔اور وہ تمام لوگ اس پر بھوکے کتے کی طرح ٹوٹ پڑے۔ٹارچ والا آدمی چندرکانت تھا۔

''نہیں، درندگی دکھانے کی ضرورت نہیں، ڈیوڈ،تم سائلنسر والا پستول استعمال کر سکتے ہو۔'' بیل کے سر سے آواز سنائی دی۔حکم ملتے ہی ڈیوڈ نے پستول نکال لیا۔

''ارے کمبختو،کیوں ایک بیل کے سر کے بہکائے میں آرہے ہو؟'' بالے نے اپنے بازوؤں کو آدمیوں کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کی۔ڈیوڈ نے نشانہ لیا۔سب ادھرادھر ہٹ گئے،لیکن اس نے جیسے ہی گولی چلائی،گولی دیوار پر لگی اور اس کا ریوالور چھوٹ کر دور جا گرا۔ اس کا ہاتھ زخمی ہو چکا تھا۔

''تم دروازہ بند کرنا بھول گئے تھے،چندرکانت۔'' خان کی آواز کمرے میں گونجی۔

چندرکانت نے چاہا تھا کہ ٹارچ بلند کر سکے،لیکن خان کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور چندرکانت کا ہاتھ جھول گیا۔بالے نے دوڑ کر ٹارچ اٹھانی چاہی،لیکن چندرکانت نے اس عالم میں بھی ٹارچ پر پیر رکھ دیا اور ٹارچ کے لڑھکنے کے ساتھ خود لڑھک گیا۔

''ٹھہر جاؤ۔'' خان کی تحکمانہ آواز کمرے میں گونجی۔بالے اور چندرکانت بھی رک گئے۔''بالے،تم وہ ٹارچ اٹھا کر لاؤ۔''

لیکن بالے جیسے ہی ٹارچ اٹھانے کے لیے جھکا،ایک فائر ہوا اور ٹارچ کے سامنے کا شیشہ چور ہو گیا۔بالے اگر فوراً پیچھے نہ ہٹ جاتا تو شاید گولی اس کے ہاتھ پر پڑی ہوتی۔انھوں نے پلٹ کر دیکھا،گولی کمرے کے ایک اوپری روشندان سے چلائی گئی تھی۔

''ہاتھ اوپر اٹھا دو اپنے۔'' ایک تیز،مگر نسوانی آواز انھیں سنائی دی۔

مجبوراً انھیں تعمیل کرنی پڑی،لیکن بالے دیکھ رہا تھا کہ خان کے لبوں پر اس وقت بھی

Akram Allahabadi

ایک پراسرار مسکراہٹ ہے ۔وہ اس کا مطلب نہ سمجھ سکا ۔

''ٹارچ اٹھالو،ڈیوڈ ۔''وہی آواز پھر روشندان سے سنائی دی ۔ڈیوڈ فوراً ہی ٹارچ پر ٹوٹ پڑا ۔

''چندر کانت ۔تم ان کے پستول چھین لو ۔''نسوانی آواز نے تحکمانہ لہجے میں کہا ۔

چندر کانت نے بھی فوراً تعمیل کی ۔

''ڈیوڈ،ٹارچ میرے حوالے کردو ۔'' آواز نے ڈیوڈ کو ہدایت کی اور ڈیوڈ نے ہاتھ بڑھا کر ٹارچ روشن دان تک پہنچا دی ۔روشندان سے ایک گورا سا خوبصورت ہاتھ نکلا اور اس نے ٹارچ دوسری طرف کھینچ لی ۔اس کے ریوالور کا رخ اب بھی خان اور بالے کی طرف تھا ۔

ٹھیک اسی وقت بیل کا سر ایک بھیانک قہقہہ مار کر ہنسا ۔

''دیکھا تم نے یہودا کے مقدس بیٹے کے پرستارو ۔تم پر کوئی آنچ نہیں آئی ۔''سر میں سے ماسٹر برین کی آواز سنائی دی ۔پھر وہ خان اور بالے سے مخاطب ہوا ۔

''کیا تم لوگوں کے لیے پہلا ہی سبق کافی نہ تھا جو تم اپنی موت کو آواز دینے یہاں آپہنچے؟''

''مجھے تمہاری ان فضولیات سے اب کوئی دلچسپی نہیں ہے ۔میں تو اپنے اس احمق ساتھی کو چھڑانے آیا تھا ۔''خان نے نفرت انگیز لہجے میں جواب دیا ۔

''کیوں سراغ رسانی ہوا ہوگئی کیا؟''

''نہیں ۔اگر میں چاہتا تو تمہاری ان شعبدہ بازیوں کا تختہ الٹ سکتا ہوں ،لیکن کہہ چکا ہوں کہ مجھے اب ان معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ۔''

''وجہ؟''

''میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہاں کی پولیس کتنی عقل مند ہے ۔''

''کیا تمہارا اس سے تعلق نہیں ہے؟''

Akram Allahabadi

"میں نے استعفیٰ دے دیا ہے، لیکن اس وجہ سے نہیں کہ میرے خلاف تمہاری سازشیں کامیاب ہو گئیں، بلکہ صرف اس لیے کہ میں عقل کے اندھوں کی تابعداری نہیں کرنا چاہتا۔"

"خوب تو گویا تم نے اپنی شکست تسلیم نہیں کی، صرف بیزار ہو گئے ہو۔"

"کیا تم میں ہمت ہے کہ مجھے شکست دے سکو۔ ماسٹر برین، ایک بیل کے منہ سے ٹرانسمیٹر کا مائک سسٹم لگا کر تم خود کو بڑی پراسرار شخصیت سمجھ رہے ہو۔" خان کو غصہ آ گیا۔ لیکن اس انکشاف پر ان میں سے بہت سے چونک پڑے۔ بیل کے سر سے پھر ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

"میں تو اس طرح اپنا کام کر رہا ہوں کہ تمہاری گرد بھی مجھ تک نہ پہنچ سکے۔"

"کہو تو میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تم کون ہو اور کہاں سے بول رہے ہو۔ اور میں چاہوں تو کسی وقت بھی تمہاری گردن ناپ سکتا ہوں، لیکن میں چند گدھوں کی کارکردگی کے لیے اپنا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا، ورنہ تم اپنے ٹیلی وژن رینج میں اس وقت میری پہنچ سے زیادہ دور نہیں ہو۔"

"شاید تم اپنے حکام سے بہت ناراض ہو؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے، تمہیں اس سے سروکار نہ ہونا چاہیے۔"

"تو پھر ہماری طرف دوستی کا ہاتھ کیوں نہیں بڑھا دیتے۔ دولت تمہارے قدم چومنے لگے گی۔"

"مجھے کوئی کمی نہیں۔ اور پھر کیا تمہارے لیے اسی قدر کافی نہیں کہ میں اس میں دلچسپی نہیں لے رہا۔"

"کافی ہے۔ لیکن تم کسی وقت بھی خطرناک بن سکتے ہو۔"

"تمہارا جو جی چاہے کرو، میں اپنے الفاظ دہرانا پسند نہیں کرتا۔"

Akram Allahabadi

"لیکن شاید تمہارا اسسٹنٹ ہماری کچھ ضروری باتیں سن چکا ہے، اس لیے ہم اس کی زندگی نہیں بخش سکتے۔"

"کس کی مجال ہے جو اس سے اس کی زندگی چھین لے۔" خان گرجنے لگا۔ "کیا تم میری بے تعلقی کو بزدلی پر محمول کر رہے ہو؟" خان کو پھر جلال آ گیا۔

"نہ سہی، لیکن ہمارا راز۔" نیل کے سر نے پراسرار لہجے میں کہا۔

"میں نے ان کی باتیں سنی ہیں۔ یہ غیر ملکی جاسوس ہیں۔ انھوں نے ہی ہمارے پروفیسر کو ختم کیا ہے۔" بالے خان کی طرف رخ کر کے چیخا۔ اور خان اس کی اس عقل مندی پر بے اختیار مسکرا دیا۔

"مجھے تم سے پہلے معلوم ہے، بیٹے، کہ یہ مشرق میں پروفیسر آندروجے جیسے عظیم سائنس دان کو ابھرنے نہیں دینا چاہتے تھے، ورنہ شاید مشرق مغرب سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگتا۔" خان نے بالے کو ہی جواب دیا۔

"خوب۔" نیل کے سر سے قہقہہ سنائی دیا۔ "تو تمہیں سب کچھ معلوم ہے۔" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔ "لیکن تم ماسٹر برین کو بیوقوف نہیں بنا سکتے، مسٹر خان۔ ہم جانتے ہیں کہ اپنے حکام کی نظر میں اپنی پوزیشن صاف کرنے کے لیے تم کوئی شاندار کارنامہ دکھانے کی فکر میں ہو۔"

"مجھے اس کی ضرورت نہیں، لیکن میں بھول گیا تھا کہ مجھے تم سے انتقام لینا چاہیے اور اب نہ بھولونگا۔" خان نے کہا۔

"ہاں، ایسی باتیں آدمی مرنے کے بعد بھی نہیں بھولا کرتا ہے۔ بہرحال میں اب اپنی مصروفیتوں کو طویل کرنا نہیں چاہتا۔ ڈیوڈ۔" نیل کا سر اب ڈیوڈ سے مخاطب ہوا۔ "تم نے ڈورتھی کو کون سے ریوالور کی گولی سے ختم کیا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"اسی سارجنٹ کی ریوالور سے۔" ڈیوڈ نے جواب دیا۔

"خوب۔ تو ایک نے اپنی منگی محبوبہ کو ختم کر ڈالا تا کہ وہ اس کے خلاف بیان نہ دے

سکے اور یہ خون بھی مسٹر خان کے پرائیوٹ فلیٹ میں ہوا ہے۔" ماسٹر برین کی آواز سنائی دی۔ اور بالے اس جملے پر بری طرح چونک پڑا۔ خان نے اسے اشارہ کر دیا کہ وہ خاموش ہی رہے۔

"دوسری لڑکی غائب ہو جائے گی اور اس طرح دوسرے کی نیت بھی واضح ہو جائے گی۔" ماسٹر برین کا اشارہ اس بار خان کی طرف تھا۔

"حکم ہو تو انھیں بھی ٹھکانے لگا دوں؟"

"اوہو، اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ ان کی لاشیں تو معاملے کی نوعیت ہی بدل دیں گی اور حکام ان کے قتل کی تحقیقات کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ انھیں ان لڑکیوں کے قتل کے الزامات کی جواب دہی کے لیے زندہ رہنا چاہیے۔ سارے معاملات صرف دو پہلو سے صاف ہو جاتے ہیں۔ ایک اتفاقیہ حادثے میں پروفیسر اور اس کے ساتھیوں کی موت اور لیباریٹری کی تباہی، دوسرے پہلو پر ان سراغرسانوں کی عیاشیاں اور ان کے زندہ ثبوت ختم کرنے کے لیے قتل و اغوا کی وارداتیں۔" یہ کہہ کر بیل کے سر نے پھر ایک فتح مندانہ قہقہہ لگایا۔

"تم بہت خطرناک کھیل کھیل رہے ہو، ماسٹر برین۔"

"ہم اپنے عظیم مقصد کے لیے ایسے بہت سے کھیل کھیل سکتے ہیں۔ ڈیوڈ، یہ دونوں ایک ہفتے تک تمہاری قید میں رہیں گے، اس کے بعد اس شہر کو چھوڑنے کے ساتھ ساتھ تم انھیں بھی چھوڑ سکتے ہو۔"

"او کے، ماسٹر۔" ڈیوڈ نے انھیں ریوالور کی زد میں رکھتے ہوئے ادب سے جواب دیا۔

"اچھا، میٹنگ برخاست۔" یہ کہہ کر بیل کا سر خاموش ہو گیا۔ صرف اس کی روشن آنکھوں کی پتلیاں حرکت کرتی رہیں۔

"ڈوری ڈارلنگ، تم بھی بے وفائی کر گئیں۔" بالے نے ایوا کی طرف دیکھ کر حسرت ناک لہجے میں کہا۔

Akram Allahabadi

"یوائیڈیت۔" وہ پیر پٹک کر کھڑی ہوگئی۔

"ارے میں تو تمہارے عشق میں بیہودگی تک... لاحول ولاقوۃ... یہودی تک بنے کو تیار ہوں۔ میں نے کل یہودی کی لڑکی فلم دیکھی تھی۔ ہائے، تب سے تو اپنا عشق فل اسپیڈ پر ہے۔"

"اے، چپ رہو۔" ڈیوڈ نے اسے ڈانٹا۔

خان اور بالے کو نفرت کی نظروں سے گھورتے ہوئے وہ سب کے سب اس روم سے چلے گئے۔ صرف ایوا، ڈیل، ڈیوڈ اور خان اور بالے رہ گئے۔ بیل کے سر کی آنکھیں بھی اب بجھ چکی تھیں۔

"میں نے اس آواز کو پہچان لیا ہے جو روشندان سے آرہی تھی۔" بالے نے خان سے کہا۔

"کوئی فائدہ نہیں، ابھی تو ہمیں ایک ہفتے قید میں رہنا پڑے گا۔" خان نے بے بسی سے کہا اور بالے نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا، لیکن خان کی نظروں میں ایک مسکراتی چمک دیکھ کر وہ بھی ڈیوڈ کو اس طرح گھورنے لگا جیسے ڈیوڈ کی شکل بگڑ کر ڈیوٹ ہوگئی ہو۔

تقریباً دومنٹ بعد ہی کمرے میں دوتندرست قسم کے خوفناک سی شکل کے آدمی داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی ریوالور تھے۔

ڈوریا، ایوا اور ڈیل بھی دوسرے کمرے میں چلے گئے تھے۔ ڈیوڈ کے اشارے پر ان آدمیوں نے خان اور بالے کو نرغے میں لے لیا۔ ڈیوڈ دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

"اے بھائی بلڈاگ، ڈورتھی کو بھی ساتھ لے لونا، خوب گزرے گی جو..." بالے نے چلتے چلتے ڈیوڈ کو چھیڑا۔

"شٹ اپ۔"

"ہائے، پھر وہی شٹ اپ۔ ارے یہاں دل کا معاملہ ہے، میں آدھا یہودی تو

ہو چکا ہوں اس کے عشق میں۔"

"گھبراؤ نہیں، شہید ہو کر پورے ہو جاؤ گے۔" ڈیوڈ نے پلٹ کر کہا۔

جب وہ نیچے لائے گئے تو یہاں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ صرف ایک وہی کار کھڑی تھی جس پر ڈیوڈ یہاں آیا تھا۔ پچھلی سیٹ پر وہ دونوں آدمی خان اور رابے کو دونوں طرف سے گھیر کر بیٹھ گئے اور ڈیوڈ خود ڈرائیو کرنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

لاپتہ

کار نصف شب میں ویران پڑی سڑکوں پر فراٹے بھر رہی تھی۔ڈیوڈ خموشی سے اسے ڈرائیو کر رہا تھا۔خان اور بالے کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے آدمی بھی خاموش تھے،لیکن وہ غافل قطعی نہیں تھے۔ان کے ریوالوران کے ہاتھوں میں تھے۔

"میں نے تو فیصلہ کرلیا ہے۔"بالے خموشی سے اکتا کر بولا۔

"کیا؟"خان نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"اس جھنجٹ سے چھوٹ کر حجامت کی دکان کھولونگا۔"

"خاندانی پیشہ ہے کیا؟"

"میرے نگر دادا شہنشاہ جہانگیر کے شاہی حجام تھے اور اصطبل میں گھوڑوں کی حجامت فرماتے تھے۔"

"خیال برا نہیں۔"

"آپ میری دکان میں ضرور آیا کیجیے گا،۲۵ فیصدی ڈسکاؤنٹ،فارغ البال کردیا کرونگا۔"

"سن لیا۔"خان اکتا کر بولا۔

"آپ کا کیا ارادہ ہے؟"

"احمقوں کا اسکول کھولنے کا۔"

"بہت ملیں گے۔پہلے ان دونوں کا نام لکھیے۔"بالے نے دونوں طرف بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔

وہ چونک پڑے۔خان مسکرا دیا۔

Akram Allahabadi

"ہم لوگ بیوپار کی باتیں کر رہے ہیں۔" بالے نے انھیں دیکھ کر منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چپ بیٹھو۔" ان میں سے ایک نے ڈانٹا۔

"اونہوں، تمہارے منہ میں پائریا ہے، کتنی بدبو آتی ہے۔" بالے نے یہ کہہ کر جیب سے رومال نکال لیا۔

"شامت آرہی ہے کیا؟" وہ آدمی بگڑ کر بولا۔

"کہاں سے آرہی ہے، سر پر تو سوار ہے۔" یہ کہہ کر اس نے رومال کو دو تین جھٹکے دیے اور جیب میں رکھ لیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ لوگ اپنی ناکیں سکوڑنے لگے، لیکن شاید ان کی سمجھ میں نہیں آیا، اس لیے کوئی کچھ بولا نہیں۔

"پیٹر۔" ڈیوڈ پیچھے دیکھے بغیر ان میں سے ایک سے مخاطب ہوا۔

"قیدی بہت خطرناک ہیں، ذرا برابر غفلت مت کرنا۔" اس نے انھیں ہدایت کی۔

"ہماری انگلیاں ٹرائیگر پر ہیں، تم اطمینان رکھو۔" وہ آدمی بولا۔

"ہاں ہاں، ضرور اطمینان رکھو۔" بالے بھی بول اٹھا۔ "اطمینان کے بغیر زندگی دو کوڑی کی ہوتی ہے، بلکہ ایک کوڑی کی۔"

"شٹ اپ۔" دوسرا آدمی بالے پر بگڑ پڑا، لیکن اس کا لہجہ لڑکھڑایا ہوا سا تھا۔

اور پھر ڈیوڈ کو اس وقت خبر ہوئی جب اسے محسوس ہوا کہ پستول کی نال اس کی گدی سے لگی ہوئی ہے۔ اس کے دونوں آدمی پیچھے بیہوش پڑے ہوئے تھے۔ ان کے ریوالور خان اور بالے کے ہاتھوں میں تھے۔

"کار دائنی طرف گھما لو۔" خان نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ اور ڈیوڈ کے بدن میں سرد سی لہر دوڑ گئی۔ ٹھنڈی نال اس کی گردن میں چبھ رہی تھی۔ اس نے کار گھمالی۔

تھوڑی دیر بعد وہ سیاہ کار خان کے بنگلے کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ غلام

رسول اب تک جاگ رہا تھا۔ کتے پہلے تو کار کو دیکھ کر بھونکے، لیکن پھر مالک کی بو سونگھ کر خاموش ہو گئے۔ غلام رسول انھیں پہچاننے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ خان خود بول پڑا۔

''ان بیہوش آدمیوں کو اتروا کر اندر لاؤ۔'' یہ کہتا ہوا وہ برآمدے میں داخل ہو گیا۔ بالے کسی پالتو بھیڑ کی طرح ڈیوڈ کو ریوالور کی نوک پر لیے پیچھے آ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

بمشکل پندرہ بیس ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ ایک اور کار خان کے بنگلے کے احاطے میں داخل ہوئی۔ اس میں سے اترنے والا ڈیسوزا تھا۔ اس کے ساتھ دو کانسٹیبل بھی تھے، جو پیچھے بیٹھے تھے۔ وہ اندر چلا گیا اور دس منٹ بعد جب واپس لوٹا تو دونوں بیہوش قیدی اس کے ساتھ تھے۔ انھیں غلام رسول اور مالی نے کاندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ ڈیسوزا کی کار انھیں لے کر ڈھلتی رات کے سناٹے کو چیرتی ہوئی روانہ ہو گئی۔

اخبارات میں دوسرے دن صبح فائر بریگیڈ کی ایمبولنس کے ساتھ کیے جانے والے ایک مذاق کی خبر کے علاوہ خان اور بالے کی گمشدگی کی بھی خبر تھی اور اخباروں نے اسے اور پراسرار بنا دیا تھا۔ معطلی کی خبروں سے لوگوں میں پہلے ہی چہ مگوئیاں پھیلی ہوئی تھیں، لیکن دوپہر تک ایک اور سنسنی خیز خبر بھی پھیل گئی۔ ایک پرائیوٹ قیام گاہ کی یہودن مالکہ نے پولیس میں اپنے یہاں رہنے والی ایک لڑکی کی گمشدگی کی رپورٹ پولیس میں درج کرائی تھی۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ کہ وہ کل سے غائب ہے اور کل وہ اسے کافی خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ مجھے ڈر ہے کہ کوئی مجھے مار ڈالے گا۔ اس کے علاوہ اس یہودن نے پولیس کو اسی لڑکی کی جو تصویر دکھائی، وہ شام کے اخبارات کو بھی تلاشِ گمشدہ کے عنوان سے دے دی گئیں۔ اور پولیس کے اعلیٰ حلقوں میں اس تصویر کو دیکھتے ہی چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں۔ یہ وہی لڑکی تھی جس کی عریاں تصویر بالے کے ساتھ کھینچی گئی تھی۔ بالکل ایسا ہی ایک واقعہ شوگل پارک کے علاقے میں

Akram Allahabadi

بھی ہوا۔وہاں ایک بوڑھی عیسائی عورت نے اپنی لڑکی کی گمشدگی کی رپورٹ دی اور تصویر بھی۔ یہ تصویر ڈورتھی کی تھی۔

لیکن خان اور ربالے کا اب بھی کہیں پتا نہ تھا۔جس قدر بھی ٹیلی فون کال ان کی رہائش گاہ پر کیے گئے، سب کو ایک ہی جواب ملا، صاحب اور ربالے کا کل سے پتا نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

پراسرار امانت

ڈیوڈ کی کالی کار ڈیل بیٹریز کے کارخانے کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ شاید دروازے کا چوکیدار اس کی شخصیت سے واقف تھا، وہ ادب سے اور پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ ڈیوڈ نے دانستہ طور پر اپنی کار پارک شیڈ کی بجائے ڈیل کمپنی کے دفتر کے سامنے ہی روکی اور اتر کر اندر داخل ہو گیا۔ دفتر کے لوگوں نے اسے دیکھا اور کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ البتہ کچھ لوگ اس کے چہرے کو کافی غور سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے اندر کے بڑے کمرے کے سرے پر رک کر ایک بار دائیں بائیں دیکھا اور پھر آگے بڑھنا ہی چاہتا تھا کہ سامنے سے ایک چپراسی اندر آ گیا۔

"صاحب اندر ہیں، صاحب۔" اس نے ڈیوڈ کو دیکھ کر خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"اکیلے یا کوئی اور بھی؟" ڈیوڈ نے اس سے پوچھا۔

"اس وقت تو اکیلے ہی ہیں۔" چپراسی نے کاریڈور کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ڈیوڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بڑے کمرے سے گزر کر اس کاریڈور میں داخل ہو گیا۔ یہاں دو طرفہ کمرے تھے، جن کے دروازوں پر تختیاں لگی ہوئی تھیں اور ان تختیوں پر انگریزی میں اکاؤنٹ، اسٹور آفیسر، پبلسٹی ڈپارٹمنٹ، اسسٹنٹ منیجر اور منیجر وغیرہ کے عہدے اور نام لکھے ہوئے تھے۔ ان دفاتر سے آگے کاریڈور دو طرف پھیل گیا تھا اور سامنے شیشے کے دروازے پر پروپرائٹر کی تختی لگی تھی۔ ڈیوڈ بے دھڑک اس آفس میں داخل ہو گیا۔ باہر چپراسی موجود تھا، لیکن وہ ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ اندر ایک بڑی میز کے کنارے ڈیل کرسی پر بیٹھا تھا۔ وہ ڈیوڈ کو دیکھتے ہی چونک پڑا۔

"تم یہاں ہو اور شوپکس کب سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

Akram Allahabadi

"کہاں؟ وہیں کمپنی کے آفس میں؟"

"شاید وہیں ہو نگے۔ لیکن یہ تمہارا چہرہ کیوں سوجا ہوا ہے؟" ڈیل پوچھ بیٹھا۔

"رات زیادہ پی لی تھی، دیر تک سوتا رہا ہوں۔" ڈیوڈ نے بتایا۔

"دوبار شوپکس کے فون آچکے ہیں، کیا تمہیں یہ بھی یاد نہ تھا کہ آج ہی وہ دن ہے؟"

"مجھے یاد تھا اور اسی لیے میں تیار ہو کر آیا ہوں۔"

"وہ دونوں سراغ رساں؟"

"انھیں ایسی جگہ قید کیا گیا ہے جہاں سے میری مرضی کے بغیر وہ زندگی بھر نہیں نکل سکتے۔"

"بہت محتاط رہنا اس سفر میں۔ قوم کی ایک اہم امانت تمہارے سپرد کی جارہی ہے۔"

"آپ بے فکر رہیے۔ کیا میں نے یہاں کے سب سے بڑے سراغرسانوں کو تگنی کا ناچ نہیں نچوا دیا ہے؟"

"اسی لیے تو یہ کام تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔"

"میں چلتا ہوں، مگر ہاں۔" جاتے جاتے ڈیوڈ پلٹ پڑا۔ "مجھے خرچ کے لیے کچھ اور چاہیے۔"

"جتنا چاہو لے لو، کتنا، دو ہزار، چار ہزار؟"

"ابھی صرف دو ہزار، باقی واپسی پر۔"

ڈیل نے اپنی تجوری سے دو ہزار کے نوٹ نکال کر فوراً اسے تھما دیے اور ڈیوڈ نوٹ اندر کی جیبوں میں ٹھونستا ہوا باہر نکل آیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

تقریباً بیس منٹ بعد اس کی کالی کار گلیلو کیمیکلز کے آہنی پھاٹک پر رک رہی تھی۔

پھاٹک کا دربان کوئی سرحدی پٹھان تھا۔ وہ ابھی نیا نیا آیا تھا۔

"کس کو ملنے کا ہے، برادر؟" اس نے کار روک لی۔

"تمہارے باپ کو۔" ڈیوڈ نے غصے میں آکر جواب دیا۔

"اوے، زبان سنبھالو اپنا۔ ام امی ٹیشن پٹھان نہیں ہے۔ تم کو ابھی جہنم رسید کر دے گا۔" پٹھان غضبناک ہو کر اس کی کار پر جھپٹا، لیکن اسی وقت اتفاق سے ایک دوسرا چوکیدار بیچ میں آگیا۔"

"کیا کرتے ہو، خان صاحب۔ یہ بڑے صاحب کے دوست ہیں۔"

"خوچہ ام پوچھتا تم کون، بولتا تمہارا باپ کو ملنے کا ہے۔ برادر، نوکری گیا جہنم میں۔ خان اپنا عزت نہیں بیچا، محنت بیچا۔ تم اس صاب کو بول جاؤ۔ ایسا موافق غرور کرنے کا نہیں۔"

پٹھان بڑبڑاتا رہا، لیکن ڈیوڈ اپنی کار لے کر اندر چلا گیا۔

گلیلو کیمیکلز کا آفس بہت شاندار تھا۔ کمپنی کے مالک کا آفس اس سے ملا ہوا علیحدہ بنا تھا۔ ڈیوڈ کو دور سے ہی شوپکس نظر آگیا۔ وہ آفس کے برآمدے میں ہی موجود تھا۔ شاید اسی کا منتظر۔

"میں کب سے انتظار کر رہا ہوں۔" شوپکس اندر کی طرف چلتے ہوئے بولا۔

"میری طبیعت بھاری ہو گئی تھی۔ دیر سے اٹھا ہوں۔" ڈیوڈ پیچھے چلتے ہوئے بولا۔

"تیار ہو کر آئے ہو؟"

"بالکل۔"

"اکیلے؟"

Akram Allahabadi

"نہیں، ایک آدمی اور ہے، وہ ہمیں راستے میں ملے گا۔"

"ایوا کو بھی لینا ہے۔"

"کیا ایوا کو کسی اور طرح نہیں بھیجا جا سکتا ہے؟"

"نہیں، وہ پہچان لی جائے گی۔ پروفیسر آندروسے کا کیس بہت مشہور ہو چکا ہے۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"میرے ساتھ آؤ۔" شوپکن باہر نکل آیا۔ اس کی نئی شاندار رپلے ماؤتھ باہر موجود تھی۔ ڈیوڈ بھی اس کی کار میں بیٹھ گیا اور شوپکن خود ڈرائیو کرنے لگا۔

"جو امانت تمہارے سپرد کی جا رہی ہے وہ ہماری جانوں سے زیادہ قیمتی ہے۔" شوپکن اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"جانتا ہوں۔" ڈیوڈ نے بھاری لہجے میں جواب دیا۔

"تمہارا منہ پھولا ہوا ہے، کیا کچھ بیمار ہو؟"

"نہیں تو، رات کو زیادہ پی لی تھی اور دیر تک سویا ہوں اس لیے شاید۔"

"اس ذمے داری کو انجام دینے تک تمہیں اس قسم کی باتوں سے احتراز کرنا چاہیے۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"تمہارا آدمی بالکل بھروسے کا ہے؟"

"میری طرح۔"

"کہاں سے لینا ہے اسے؟"

"نائٹ سرکل سے۔"

پھر وہ دونوں چپ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد ان کی کار نائٹ سرکل کے شاندار چوراہے کے ایک فٹ پاتھ کے

Akram Allahabadi

قریب آہستہ ہو رہی تھی۔ ڈیوڈ کار سے اتر کر ایک یہودی کے ریسٹورنٹ میں گھس گیا اور دوسرے لمحے جب وہ باہر نکلا تو اس کے ساتھ ایک خطرناک قسم کا جوان آدمی تھا۔ وہ دونوں اس کار میں بیٹھ گئے۔

"یہ نووک ہے۔ جہاں میرا پسینہ گرتا ہے، وہاں اپنا خون گراتا ہے۔" ڈیوڈ نے شوپکن سے اس کا تعارف کرایا۔

"چلو اچھا ہے، ایک سے دو ہو گئے تو زیادہ حفاظت ہو سکے گی۔"

"پشکن صاحب یہی ہیں؟" نووک نے ڈیوڈ سے پوچھا۔

"نہیں۔" وہ ہنس دیا۔ "شوپکن صاحب۔ قوم کے مضبوط آدمیوں میں سے ایک۔" ڈیوڈ نے اسے بتایا۔

"کیا تم سے بھی زیادہ مضبوط ہیں یہ، استاد؟"

"جسمانی طاقت سے نہیں، اثر اور حیثیت سے۔"

"اچھا تو لیڈروں میں ہیں؟"

"یونہی سمجھ لو۔"

"مجھے اسرائیل کب بھیجو گے؟ میرا دل یہاں بالکل نہیں لگتا۔ سنا ہے اپنے مقدس وطن میں حوا کی بیٹیاں ایک پر چار تقسیم ہوتی ہیں؟"

"تم نے ٹھیک سنا ہے۔ اسرائیل کو اس وقت ۱۹۳۶ء کے جرمنی کی طرح کثرتِ اولاد کی ضرورت ہے۔" شوپکن نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔

"میرا تو جی چاہتا ہے کہ پر لگا کر اڑ جاؤں۔" نووک نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤ نہیں، اگلے سال تم تم ضرور بھیج دیے جاؤ گے، میرا ذمہ۔" ڈیوڈ نے اسے یقین دلایا۔

"اگر یہ کام پورے اطمینان اور درستی سے ہو گیا تو اس سال تم لوگوں کو بیت المقدس

Akram Allahabadi

کی زیارت کرا سکتا ہوں۔" شوپکن نے کہا۔

"کام تو ہر قیمت پر ہو کر رہے گا، پشکن... ارے نہیں... شوپکن صاحب۔ چاہے ہمیں درجنوں خون کرنے پڑیں۔" نووک نے خم ٹھونک کر کہا۔

"خیر، میں عمل چاہتا ہوں، زبانی بڑبڑائی نہیں۔" شوپکن نے کار کی رفتار اور تیز کرتے ہوئے کہا۔

"نووک عملی آدمی ہے۔ یہ ہر جگہ جان پر کھیل سکتا ہے۔ میں اسے آزما چکا ہوں۔" ڈیوڈ نے اس کی تصدیق کی۔

"ارے، ہر جگہ آزما سکتے ہو، کہو تو یہیں؟" نووک نے اندرونی جیب کھول کر اسے ریوالوروں کا سیٹ دکھایا۔ پھر اس نے پتلون کی جیب سے ایک دستی بم بھی، جو کریلے کی شکل کا تھا، نکال کر اسے دکھا دیا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، لیکن ان چیزوں کا استعمال اسی وقت ہو جب کوئی اور صورت نظر نہ آئے۔" شوپکن نے نصیحت کی۔

"ایسا ہی ہوگا۔" ڈیوڈ نے یقین دلایا۔

اب ان کی کار مضافاتی علاقے سے گزر رہی تھی۔ پھر وہ ایک غیر آباد پہاڑی کا راؤنڈ لے کر ایک ساحلی بنگلے کے سامنے رک گئی۔ یہاں سناٹا تھا۔ کار کے احاطے میں داخل ہونے کے بعد ڈیوڈ اور نووک نے دیکھا کہ بنگلہ ویران ہے اور باہر کے دروازے میں تالا پڑا ہے۔

پورٹیکو میں کار چھوڑ کر شوپکن اتر گیا اور انھیں پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا وہ بنگلے کے ویران برآمدے میں داخل ہو گیا۔ وہ دونوں پیچھے ہی تھے۔ شوپکن نے دروازے کے پاس رک کر جیب سے اس کی چابی نکالی اور قفل کھول کر اندر چلا گیا۔ وہ دونوں بھی اس کی پیروی کرنے لگے۔ یہ ایک وسیع ڈرائنگ ہال تھا جو خالی لیکن صاف تھا۔ اس سے گزر کر انھیں دو دوسرے

کمروں سے گزرنا پڑا، لیکن ابھی تک انھیں بنگلے میں کوئی نظر نہ آیا تھا۔ اچانک ایک بند کمرے کے دروازے پر رک کر شوپکن نے دیوار میں لگا ہوا کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ جس کے ساتھ ہی اندر بجنے والی گھنٹی کی آواز سنائی دی اور چند سیکنڈ بعد دروازہ کھول دیا گیا۔ اس وقت جو حسین چہرہ انھیں نظر آیا وہ ایوا کا تھا۔ شوپکن کو دیکھ کر وہ مسکرا دی۔

''آ گئے یہ لوگ۔'' اس نے ڈیوڈ اور نووک کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''مگر یہ کون ہیں؟''

اس کا اشارہ نووک کی طرف تھا۔

''میرا اوا ہنا ہاتھ۔'' ڈیوڈ نے بتایا۔

وہ سب اس کمرے میں داخل ہو گئے۔ یہاں دو سوٹ کیس فرش پر مقفل رکھے ہوئے تھے، جن میں سے ایک پر یہودیوں کے پیغمبر موسیٰ کی شبیہہ بنی ہوئی تھی اور دوسرا سادہ تھا۔ پہلا سوٹ کیس موٹے چمڑے کا اور بہت مضبوط معلوم ہوتا تھا۔ اس میں چار لاک تھے۔

''کیا اسی طرح لے چلیں گے اسے؟'' ڈیوڈ نے سوٹ کیس کی طرف اشارہ کیا۔

''تمھیں معلوم ہے اس میں کیا ہے؟'' شوپکن نے عجیب سے لہجے میں اس سے پوچھا۔

''میں یہ جاننے کی ضرورت نہیں سمجھتا، میرا کام اپنی ذمے داری کو پورا کرنا ہے۔''

ڈیوڈ نے منہ بنا کر کہا۔

''یہ چیز اگر کسی اور کے ہاتھ لگ گئی تو ہم لوگوں کا بہت برا حشر ہوگا۔ یہ قوم کی مقدس ترین امانت ہے۔''

''ہم اپنی جانوں پر کھیل کر اس کی حفاظت کریں گے۔'' ڈیوڈ نے دوبارہ یقین دلایا۔

''وہ کار کہاں ہے، جس پر ہمیں جانا ہے؟''

''ڈرائیور لاتا ہی ہوگا۔ میں پہلے ہی فون کر چکا ہوں۔''

Akram Allahabadi

اور اسی وقت باہر کسی کار کے رکنے کی آواز سن کر وہ سب باہر نکل آئے۔ پہلا سوٹ کیس ڈیوڈ نے اور دوسرا نووک نے اٹھالیا۔

''اس میں کیا ہے؟''نووک نے سوٹ کیس کو دو انگلیوں میں جھلا کر پوچھا۔

''میرے کپڑے وغیرہ۔''ایوا نے بتایا۔

''وغیرہ یعنی؟''

''اوہ، یہ جاننے کی کیا ضرورت ہے تمھیں؟''ایوا نے برا مانتے ہوئے کہا۔

''لڑکیوں کے وغیرہ وغیرہ جاننے میں مجھے بڑا لطف آتا ہے۔''نووک نے بے تکلفی سے کہا۔ وہ اس جواب پر ہنس پڑی۔

باہر جو دوسری کار آکر کھڑی ہوئی تھی، وہ ایک سیون سیٹر لانسیا لیمبدا تھی، جو جرمنی رولس کے بعد دوسرے نمبر کی سب سے مضبوط اور تیز رفتار اطالوی کار۔ وہ اٹھارہ فٹ لمبی تھی۔

''تو یہ کار بیچ رہا ہوں میں۔''شوپکن نے ڈرائیور کو سنانے کے لیے ڈیوڈ سے کہا۔

''اچھی ہے۔''وہ بولا۔ اس کے بعد شوپکن نے ڈرائیور کو واپس چلے جانے کی ہدایت کی اور وہ اسی وقت سلام کر کے چلا گیا۔ ہر طرف سناٹا پا کر شوپکن نے لانسیا میں پیچ ڈفرنیشل کے ساتھ خصوصی طور پر بنایا گیا ایک چیمبر کھول کر دکھایا۔ یہ چیمبر کار کی اسٹپنی سے اس طرح منسلک تھا کہ کسی کو اس کے وجود کا وہم و گمان بھی نہ ہوسکتا تھا۔ موسیٰ کی تصویر والے سوٹ کیس کو اس چیمبر میں رکھ کر مقفل کر دیا گیا۔ پھر ڈیوڈ اور نووک کار میں بیٹھ گئے۔ ایوا شوپکن سے رخصت ہو رہی تھی۔

''جب اپنی بیوی سے تمھارا دل بھر جائے تو اسرائیل چلے آنا، میں تمھارا انتظار کرونگی۔''وہ شوپکن سے کہہ رہی تھی۔

''میں تمھیں کہاں بھول سکتا ہوں، ایوا۔ میں بہت جلد فلسطین آؤنگا۔''اس نے ایوا کو اپنے بازوؤں میں بھر کر کہا۔ پھر ان کے لب سے لب مل گئے۔

"میرے سینے پر اژدھے لوٹ رہے ہیں۔" نووک ڈیوڈ کی طرف دیکھ کر حسرت زدہ لہجے میں بولا۔

"بکومت، تم ٹھیکیدار نہیں ہو سب کے۔" ڈیوڈ نے اسے ڈانٹ دیا۔

ایوا پھر کار میں آ بیٹھی اور اس طرح اٹھارہ فٹ لمبی لانسیا سڑک پر رولتی ہوئی روا ہوگئی۔ شوپکن کچھ دیر تک کھڑا ہاتھ ہلاتا رہا، پھر لوٹ کر اس نے عمارت کا دروازہ مقفل کیا اور اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ اس وقت وہ بشاش اور مطمئن نظر آ رہا تھا۔ کار کی رفتار بھی سست تھی۔ شاید ایوا اس کے تصور پر چھائی ہوئی تھی۔

اچانک مضافاتی سڑک پر اسے اس بات کا احساس ہوا کہ اس کے دائیں بائیں، آگے پیچھے، سائیکلیں دوڑ رہی ہیں۔ اس نے سر کو جھٹک کر دوبارہ دیکھا تو اس کا چہرہ زرد ہو گیا۔

وہ چار پولیس موٹر سائیکلز تھیں اور ان پر پستول بردار پولیس آفیسر سوار تھے۔ پھر ایک جیپ کار پیچھے سے آ کر اس کی کار کے برابر چلنے لگی۔ اسے ڈرائیو کرنے والا انسپکٹر ڈیسوزا تھا۔

"اپنی کار سیدھے پولیس ہیڈ کوارٹرز لے چلیے۔" ڈیسوزا نے تحکمانہ لہجے میں شوپکن سے کہا۔

"لیک... کن... کیوں...؟" شوپکن نے حلق میں تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔

"یہ وہیں معلوم ہو جائے گا۔" ڈیسوزا نے یہ کہہ کر اپنی کار پیچھے کر لی۔

شوپکن کے ہاتھ اسٹیرنگ پر کانپ رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

پہنچ گئے

"آپ کا نام؟"

"سکندر آباد۔"

"میں آپ کا نام پوچھ رہا ہوں؟"

"میں اپنا نام بتا رہا ہوں۔"

"ولدیت؟"

"حیدر آباد۔"

"اوہ، آپ آدمی ہیں یا بچھو نچ۔"

"دونوں۔"

"آپ میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"کوشش کرنا ہر انسان کا فرض ہے، کامیابی دینا خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

"لاحول ولاقوۃ۔ میرے پاس آپ کے لیے کوئی کمرہ نہیں ہے۔"

"آپ کے پاس ہو نہ ہو، ہوٹل میں تو ہوگا؟"

"مجھے اپنی بے عزتی کرنے پر مجبور نہ کیجیے، جناب۔"

"آپ شوق سے اپنی بے عزتی کر سکتے ہیں، ہمیں تو صرف کمرہ چاہیے۔"

"میں نے کہہ دیا کہ..." ہوٹل کا منیجر کہنا ہی چاہتا تھا کہ نئے گاہک کا دوسرا ساتھی آگے بڑھ کر قریب آ گیا۔ وہ ڈیوڈ تھا۔ نووک نے برا سا منہ بنایا اور لوٹ کر اس جگہ چلا آیا، جہاں ہوٹل کے گیسٹ ہال میں ایوا صوفے پر بیٹھی امریکن میگزین لائف دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرا دی۔

Akram Allahabadi

''تمہاری شرارتوں نے مجھے بہت ہنسایا ہے، نووک۔ میں تو سمجھی تھی کہ تم کوئی خوفناک آدمی ہو۔'' وہ ملائم لہجے میں بولی۔

''تو اس سے انکار کس گدھے کو ہے، لیکن میں نرم و نازک ہستیوں کے ساتھ ربڑ کی طرح نرم اور طاقتور جنس کے سامنے فولاد کی طرح سخت رہتا ہوں۔ اپنا تو اصول ہے کہ جب تک جیو، ہنستے ہنستے جیو۔''

''کیا تم اسرائیلی زبان نہیں جانتے؟''

''میری ماں یہودن اور باپ عیسائی تھا۔ اس نے مجھے شروع سے ہی انگریزی میں پٹی پڑھائی۔ کاش میں فلسطین میں پیدا ہوا ہوتا۔''

''کیوں؟'' ایوا نے سوال پوچھا۔

''وہاں لڑکیاں ایک پر چار تقسیم ہوتی ہیں۔''

''بہت سی لڑکیوں کا کیا اچار ڈالو گے؟''

''نہیں، فلم کمپنی کھولنے کا ارادہ ہے۔''

ایوا کچھ کہنے جا رہی تھی کہ ڈیوڈ واپس آ گیا۔

''تم بڑے گدھے ہو، نووک۔''

''بڑے آپ ہیں۔'' نووک نے معصومیت سے کہا۔ جس پر ایوا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''تم نے خواہ مخواہ ہوٹل کے منیجر کو گرم کر دیا۔'' ڈیوڈ نے کہا۔

''وہ کہہ رہا تھا ریس کا سیزن ہے، کمرے خالی نہیں ہیں۔''

''پھر مجھے کیسے دیدیا؟''

''شریف آدمی سمجھا ہوگا۔'' نووک نے جواب دیا۔ ایوا پھر ہنس پڑی۔

''چلو اٹھو۔'' یہ کہہ کر ڈیوڈ نے تصویر والا سوٹ کیس اٹھا لیا اور نووک نے دوسرا۔ وہ

Akram Allahabadi

اوپری منزل پر چلے گئے۔

کمرہ خاصہ لمبا چوڑا اور آراستہ تھا، لیکن اس میں صرف دو پلنگ تھیں۔ غسل خانہ اور لیٹرین اسی کے پیچھے بنے ہوئے تھے۔ اس کی کھڑکیاں پیچھے میدان کی طرف کھلتی تھیں۔ کمرے کا نمبر ۱۴ تھا اور اس ہوٹل کا نام ٹرف اسٹیٹ ہوٹل تھا۔ اس کا اسٹاف زیادہ تر میسوری مسلمانوں پر مشتمل تھا اور شاید مالک بھی کوئی مسلمان ہی تھا۔

کمرے میں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ وہ تینوں دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔

"اب کیا کرنا ہے؟" ایوا نے سلسلۂ گفتگو چھیڑا۔ "میرا تو خیال ہے کہ ہمیں سیدھے دربار ہوٹل ہی چلنا چاہیے تھا۔"

"نہیں، اچانک پہنچنا ٹھیک نہیں۔ نہ جانے کیسے حالات ہوں۔ میں پہلے ماسٹر برین کے نمائندے سے ملنا چاہتا ہوں، بعد میں امانت بحفاظت اس کے سپرد کر دی جائے گی۔ ہمیں یہ بھی تو دیکھ لینا چاہیے کہ یہاں کوئی خطرہ تو نہیں ہے۔" ڈیوڈ نے انھیں سمجھایا۔

"بالکل ٹھیک۔" نووک نے تائید کی۔ "میں یہاں ایوا کی حفاظت کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہی ہے یہ خیال بھی، لیکن اب وقت نہ گنوانا چاہیے، وہاں ہمارا انتظار ہو رہا ہوگا۔"

"میں چلتا ہوں۔ تم لوگ ہوشیار رہنا اور ہاں امانت کو بھی اس الماری میں مقفل کر کے چابی ایوا کو دیدو۔" ڈیوڈ نے اٹھتے ہوئے نووک کو ہدایت کی۔

اس کے چلے جانے کے بعد سب سے پہل نووک نے اس سوٹ کیس کو الماری میں مقفل کر دیا اور چابی ایوا کے حوالے کر دی۔ پھر وہ بیرے کو بلا کر تازہ کافی کا آرڈر دیتے ہوئے صوفے پر پیر پھیلا کر بیٹھ گیا۔

"ایوا۔" اس نے ایوا کو مخاطب کیا۔

"یس۔" وہ بولی۔

Akram Allahabadi

"میں بہت برا آدمی ہوں نا؟"

"مجھے تو زیادہ برے نہیں معلوم ہوتے۔"

"سچ؟"

"ہاں ہاں، کیوں؟"

"اچھا اگر ایک برے آدمی کو کسی اچھی لڑکی سے وہ ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟"

"وہ کیا؟"

"مجھے اپنے منہ سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔" نووک نے دانتوں میں انگلی دبا کر کہا۔ ایوا بے اختیار ہنس پڑی۔

"واقعی عجیب آدمی ہو تم۔ بات بات پر ریوالور نکالنا اور پھر تصویر کا یہ دوسرا رخ۔"

"ہائے، تم کیا جانو، ایک تیسرا رخ بھی ہے۔"

"تیسرا...وہ کیا؟"

"میں خواب میں انگوٹھا چوسا کرتا ہوں، یہ دیکھو ایسے۔" وہ چوس کر دکھانے لگا۔

"ہشت۔" ایوا پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔

"ہائے، یہ موتیوں جیسے دانت، پھر کہاں دیکھنے کو ملیں گے۔" وہ ایک بہت لمبی سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

"آخر مطلب کیا ہے تمہارا؟" ایوا نے بے دھڑک پوچھا۔

"مطلب وطلب تو ڈکشنری دیکھ کر بتاؤں گا، ویسے تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور؟"

"میں بھی تمہارے ساتھ فلسطین چلوں گا۔"

"ابھی صرف ماسٹر برین اور میں یہاں سے جا رہے ہیں۔"

"یہ ماسٹر برین کون بلا ہے؟"

Akram Allahabadi

""خبردار۔ایسے الفاظ استعمال نہ کرو اس کی شان میں۔وہ عظیم قوتوں کا مالک ہے۔
چیونٹی کی طرح مسل کر رکھ دے گا۔" وہ یہ کہتے کہتے غصے میں آ گئی۔

""واہ، کیوں رکھ دے گا؟ میں نے کونسی اس کی جاگیر ماری ہے۔"نووک نے بچوں
جیسے انداز میں سر کو جھٹک کر کہا اور ایوا کو پھر ہنسی آ گئی۔

""کیا تم نے دیکھا ہے؟"نووک نے سادگی سے پوچھا۔

""صرف میں نے۔اور کوئی اس کے صحیح وجود سے واقف نہیں ہے۔"وہ فخر سے
بولی۔

""تو پھر کروا دو سفارش میری۔"

""اس کے سامنے زبان کھولنے کی مجال میری نہیں۔"

""تو پھر کسی جہاز میں بھرتی ہو کر آ جاؤں گا وہاں۔"

ایوا کے جواب دینے سے پہلے بیرا آ پہنچا اور ٹرے میز پر لگانے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ماسٹر برین

دربار ہوٹل بنگلور کا شاندار ترین ہوٹل تھا۔ایک سہ منزلہ عمارت جو جدید مغربی طرز پر بنائی گئی تھی،اس کے باہر پارک بھی تھا اوراس کا احاطہ دو فرلانگ کے حلقے میں پھیلا ہوا تھا۔

ڈیوڈ جب اس کے احاطے میں داخل ہوا تو ہوٹل کا اٹنڈنٹ اسے باہر ہی مل گیا۔

''اگر آپ کو کوئی کمرہ چاہیے تو مینجمنٹ کو افسوس ہے۔ریس کے سیزن میں یہی حال ہوتا ہے۔'' وہ زبردستی اسے سلام کرکے اس سے الجھ پڑا۔

''جی نہیں۔مجھے ایک آدمی سے ملنا ہے۔''

''شوق سے تشریف لے جایے۔وہ سامنے بار کا دروازہ ہے اس کے ساتھ دائیں ہاتھ پر انکوائری کاؤنٹر۔بائیں ہاتھ پر منیجر کا آفس ہے۔اگر منیجر سے ملنا ہو تو بیرے کو بولیے۔انکوائری کرنا ہو تو انکوائری کلرک سے رجوع کیجیے اور...''

''جھک مارنا ہو تو آپ کو تکلیف دوں۔'' ڈیوڈ نے باقی جملہ ادا کر دیا۔

''سبحان اللہ۔کیا حاضر جوابی ہے۔آپ کس ملک کے پیدائش ہیں، قبلہ۔''

اٹنڈنٹ زبردستی اس سے ہاتھ ملانے لگا، لیکن ڈیوڈ اسے غصیلی نظروں سے گھورتا ہوا دروازے کی طرف چل دیا۔

انکوائری کلرک نے اسے بتایا کہ پہلی منزل پر روم نمبر ۵۰ میں مسٹر چارڈ اپنی دختر کے ساتھ ٹھہرے ہوئے ہیں۔آپ کو کس سے ملنا ہے، باپ سے یا بیٹی سے؟'' انکوائری کلرک نے پوچھا۔

''دونوں سے۔'' ڈیوڈ نے کہا۔

''ٹھہریے، میں فون کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے انٹرا ایکسچینج پر روم نمبر ۵۰ کا کنیکشن

ملایا۔ کچھ دیر تک باتیں کیں پھر ریسور رکھ کر ڈیوڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اس وقت صرف مس چارٹر ہی کمرے میں موجود ہیں، آپ تشریف لے جایئے۔ پہلی منزل، روم نمبر ۵۰..."

ڈیوڈ کواس کی بات ادھوری چھوڑ کر زینے طے کرنے لگا۔ کاریڈور کا فرش سنگِ مرمر کا تھا۔ کمرے بہت شاندار اور ہوٹل بہت صاف ستھرا تھا۔ اس نے نمبر ۵۰ پر کال بیل کا بٹن دبایا۔ اسے انتظار نہیں کرنا پڑا، کیونکہ چند سیکنڈ بعد ہی کسی نے دروازہ کھولدیا۔ ڈیوڈ اندر داخل ہوگیا۔ اندر اس کے سامنے وہی لڑکی کھڑی ہوئی تھی، جس نے سارجنٹ بالے کے ساتھ عریاں تصویر کھنچوائی تھی۔ وہ اس وقت گھٹنوں سے نیچے تک کے لمبے سرخ فراک میں تھی۔ پنڈلیاں ننگی تھیں، سر کے بال کھلے ہوئے اور پیروں میں پھولدار جوتے تھے۔ ڈیوڈ نے اسے غور سے دیکھا، لیکن کچھ بولا نہیں۔ وہ چپ چاپ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کام بنا؟" لڑکی نے پوچھا۔

"ڈیوڈ کے ہوتے ہوئے کام نہیں بگڑ سکتا۔ کیا تم یہاں ماسٹر برین کی نمائندگی کر رہی ہو؟" ڈیوڈ نے منہ بنا کر پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں؟" لڑکی کے لہجے میں ناخوشگواری تھی۔

"نہ جانے کیوں ماسٹر برین نے تم جیسی چھوکریوں کو اتنی اہمیت دے رکھی ہے؟" ڈیوڈ کا لہجہ روکھا تھا۔

"تم اپنے کام سے کام رکھو، ڈیوڈ۔ میرے منہ مت لگنا۔"

"اف فوہ، اتنی ہمت۔ جیسے بڑے تیر مارے ہوں۔"

"کیوں نہیں مارے۔ اگر اس دن میں روشن دان سے فائرنگ کر کے ان جاسوسوں کو بے قابو نہ کر دیتی تو وہ تمہاری چٹنی بنا دیتے۔"

"زبان سنبھالو لڑکی۔"

Akram Allahabadi

"وہ امانت کہاں ہے؟"

"میں اسے ماسٹر برین کے ہی حوالے کرونگا۔عورتوں پر میں زیادہ اعتبار نہیں کرتا۔"

"تم حد سے آگے بڑھ رہے ہو۔"

"میں نے کہہ دیا کہ میں وہ امانت صرف ماسٹر برین کے حوالے کرونگا،تمہارے نہیں۔"

"تو بھاڑ میں جاؤ۔" وہ جھنجلا کر صوفے کی پشت سے ٹک گئی۔

"تم اسے ساتھ کیوں نہیں لائے؟"

"میں کبھی غیر محتاط قدم نہیں اٹھاتا۔ میں پہلے یقین کر لینا چاہتا تھا کہ یہاں کوئی خطرہ تو نہیں ہے۔تمام انتظامات مکمل ہیں نا؟"

"یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔تم اسے ٹھیک تین بجے تک یہاں لے کر آجاؤ۔پلین چارٹر کیا جا چکا ہےاور وہ ساڑھے ۵ بجے پرواز کرے گا۔"

"لیکن میں تمہارے ہاتھوں میں اسے نہیں دونگا، جی چاہے تو ماسٹر برین تک میرا پیغام پہنچا دو۔میں اس کا ایک ادنیٰ خادم ضرور ہوں، لیکن یہ ایک قومی امانت کی سلامتی کا معاملہ ہے۔"

"اچھا پہنچا دونگی۔" وہ جل کر بولی۔ "کیا تم جائے پیو گے؟"

"میں جو کچھ پیتا ہوں اس پر میں نے دودن سے پابندی لگا رکھی ہے۔اس کام کے خاتمے کے بعد میں سب کچھ پیونگا۔" یہ کہہ کر وہ اٹھا اور بغیر رخصتی کے رسمی الفاظ کہے باہر نکل گیا۔لڑکی بڑبڑاتی رہ گئی۔

"جنگلی،غیر مہذب،ضدی۔"

پھر وہ اٹھ کر الماری کے پاس آئی اور اسے کھول کر اس میں سے اس نے ویسا ہی

Akram Allahabadi

بیل کا سر نکالا جیسا ریٹیو ہوٹل کی عقبی عمارت والی میٹنگ میں دیکھا گیا تھا۔ اسے دونوں سینگوں کو وہ بار بار اوپر نیچے کرنے لگی۔ اچانک بیل کے سر کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''ماسٹر برین، صوفیہ کالنگ۔''

''مس صوفیہ۔'' بیل کے سر سے مدھم آواز آئی۔

''ڈیوڈ آ گیا ہے، امانت محفوظ ہے، لیکن وہ بضد ہے کہ آپ کے ہاتھوں میں ہی اسے سونپے گا، وہ عورتوں پر اعتبار نہیں کرتا۔''

''اسے کیا وقت دیا ہے تم نے؟''

''تین بجے۔''

''میں موجود ہونگا۔ وہ بھروسے کا آدمی ہے۔''

''او کے سر۔''

بیل کے سر کی آنکھیں بجھ گئیں اور اس نے اسے الماری میں رکھ کر بند کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆

ابھی تین بجنے میں دو منٹ باقی تھے کہ دربار ہوٹل کے نچلے ہال میں ڈیوڈ، ایوا اور نووک داخل ہوئے۔ وہ سوٹ کیس ڈیوڈ کے ہاتھ میں تھا اور اس پر ایک کپڑے کا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ وہ کافی وزنی تھا۔ دوسرا سوٹ کیس جو ایوا کا تھا، نووک نے اٹھا رکھا تھا۔ پہلی منزل کے روم نمبر ۵۰ پر پہنچنے میں انھیں زیادہ دیر نہیں لگی۔ بیل بجتے ہی صوفیہ نے دروازہ کھول دیا اور وہ تینوں اندر داخل ہو گئے۔ ایوا دوڑ کر صوفیہ سے لپٹ گئی، لیکن نووک صوفیہ کو حیرت سے کھڑا تک رہا تھا۔

''کیوں، کیا اب یہاں بھی کچھ...'' ایوا نے نووک کو چھیڑا۔

''یہ تو نہیں جانتیں نا؟'' نووک نے پوچھا۔

"نہیں۔" ایوا نے جواب دیا۔

"تو پھر طے رہی۔" نووک نے کہا۔ صوفیہ حیرت سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

"کیا طے رہی؟" اس نے ایوا سے پوچھا۔

"پہلے یہ مجھ پر عاشق ہونے کی کوشش کر رہے تھے، مگر جب معلوم ہوا کہ میں جا رہی ہوں تو عہد کیا کہ اب جو دوسری لڑکی نظر پڑے گی، اسی پر عاشق ہو جائیں گے۔" ایوا نے بتایا۔

"یہ آدمی ہے یا پاجامہ؟" صوفیہ نے ناز سے منہ بنا کر نووک کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آپ دونوں سمجھ سکتی ہیں۔" نووک بول پڑا۔ اور اس جملے پر ایوا کے قہقہے کے ساتھ صوفیہ کو جھینپ جانا پڑا۔

"تم وہ لائے؟" صوفیہ نے ڈیوڈ سے پوچھا۔

"ہاں، لیکن تمہیں نہیں دونگا۔" وہ اسے حقارت بھری نظروں سے دیکھ کر بولا۔

"ماسٹر بریَن اندر کے کمرے میں موجود ہے، تم ایوا کے ساتھ جا سکتے ہو۔" صوفیہ نے کہا۔

ڈیوڈ نے سوٹ کیس اٹھایا اور دوسرے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا، لیکن دوسرے لمحے ایک عجیب سی آواز نے انھیں چونکا دیا۔ اور صوفیہ اور نووک دونوں دوڑ پڑے۔ اندر کا کمرہ تاریک تھا۔ ڈیوڈ اور ایوا جیسے ہی اندر داخل ہوئے، مصلحتاً ڈیوڈ پیچھے ہو گیا۔ ان کے اندر قدم رکھتے ہی اندھیرے سے ایک ٹارچ کی روشنی تمتماتی ہوئی ایوا کے چہرے پر پڑی اور وہ چیخ مار کر گر پڑی۔ ڈیوڈ نے ٹارچ کو گھومنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اس نے اپنی جگہ سے جست کی اور اندازاً اس سائے پر جا گرا۔ کسی شیشے کے ٹوٹنے جیسی آواز ہوئی اور اسی وقت نووک اور صوفیہ آ پہنچے۔ صوفیہ نے اندر آتے ہی برقی روشنی آن کر دی۔ ایوا فرش پر پڑی تھی۔ اس پر نیم بیہوشی طاری تھی اور ڈیوڈ آنکھیں مل رہا تھا۔ اس کا سر ایک شیشے کی دیوار سے ٹکرایا تھا۔

Akram Allahabadi

"کیابات ہوئی یہ؟" صوفیہ نے ایوا کو اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ماسٹر برین نہیں ہوسکتا۔ کوئی اور تھا یہاں۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "ہوسکتا ہے کوئی پولیس کا جاسوس۔" ڈیوڈ بولا۔

پولیس کے نام سے نہ جانے کیوں صوفیہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"نہیں، میرے بچو، وہ میں ہی تھا۔" شیشے کی آڑ سے ایک پراسرار آواز سنائی دی۔ اور وہ سب چونک پڑے۔ "ایوا ابھی ٹھیک ہو جائے گی۔ میں صرف یہ دیکھ رہا تھا کہ مجھ تک آنے والے غلط لوگ تو نہیں ہیں۔"

"غلط لوگوں کی کیا مجال ہے جو یہاں تک پہنچیں، ماسٹر۔" ڈیوڈ نے ڈینگ ہانکی۔

"دشمن کو کبھی کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ماسٹر، میری بھی ایک التجا ہے۔" ڈیوڈ نے کہا۔

"کہو۔"

"آپ ہمارے سامنے آجایے۔ ہمیں شبہ ہو رہا ہے کہ کہیں ہماری اتنی بڑی محنت رائیگاں تو نہیں جارہی۔"

"ڈیوڈ۔" ماسٹر برین کی آواز کرخت ہوگئی۔

"ماسٹر، یہ میری التجا ہے۔" ڈیوڈ نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"خیر، لیکن ایوا کے سوا باقی لوگ باہر چلے جائیں۔" اس آواز نے کہا۔ اور فوراً ہی نووک اور صوفیہ باہر آگئے۔

"امانت یہاں آگے رکھ دو اور تم پیچھے ہٹ جاؤ۔" ماسٹر برین نے ڈیوڈ کو ہدایت کی اور ڈیوڈ نے ویسا ہی کیا۔

"ایوا، تم ادھر آجاؤ۔" وہ آواز پھر بولی۔ اور ایوا سوٹ کیس کے پاس ہی پہنچ گئی۔ اسی وقت شیشے کی دیوار کے پیچھے سے ایک ہاتھ نکلا اور اس نے اس سوٹ کیس کے

Akram Allahabadi

تمام لاک کھول ڈالے، مگر جیسے ہی اس نے اس کا ڈھکن اٹھایا، ایوا حیرت سے اچھل پڑی۔ اس کے اندر پرانے پھٹے ہوئے جوتے بھرے ہوئے تھے۔

"دھوکہ۔" ماسٹر برین کی آواز سنائی دی، لیکن اسی وقت شیشے کی دیوار ایک جھناہٹ کے ساتھ ٹوٹ گئی اور نووک اور صوفیہ پھر اندر آ پہنچے۔ انھوں نے دیکھا ڈیوڈ دونوں ہاتھوں میں ریوالور لیے کھڑا تھا، لیکن اس وقت اس کی آنکھوں پر سیاہ شیشوں کی عینک لگی ہوئی تھی اور شیشے کی ٹوٹی ہوئی دیوار کے اس طرف ایک پستہ قد وجود۔

"ماسٹر برین؟" صوفیہ کے منہ سے حیرت سے نکلا۔

"دور رہو۔" ماسٹر برین گرجا اور پھر اس کی ٹارچ کی روشنی تمتماتی ہوئی ڈیوڈ کے چہرے پر پڑی۔

"میرے گاگل ریڈیم پروف ہیں، پروفیسر۔"

"پروفیسر؟" نووک حیرت سے چونکا۔ "ارے تو کیا یہ وہی مسٹر..."

"ہاں۔ وہی، پروفیسر آندرو جے چوباسا۔ ہاتھ اٹھا دو، پروفیسر، ورنہ تمہارا سارا بدن چھلنی کر دوں گا۔ میں تمہاری سروس شیٹ سے تمہاری شخصیت کو کافی جان چکا تھا۔"

پروفیسر نے دونوں ہاتھ اٹھا دیے۔

"بالے، نیچے کھڑکی کے پاس چندر کانت ٹہل رہا ہے، اسے جا کر گرفتار کر لو۔ وہ اسی انتظار میں ہوگا کہ بکس کب پھینکا جاتا ہے۔"

"اور یہ لڑکیاں؟"

"صوفیہ کو اپنے ماسٹر کی چوہے جیسی شخصیت دیکھ کر ضرور مایوسی ہوئی ہوگی، لیکن ایوا تو پروفیسر کی پرانی مددگار رہی ہے۔"

"تم کو کوئی حق نہیں ہے، مسٹر خان۔" یکایک پروفیسر نے منہ کھولا۔ "تم کوئی پولیس آفیسر نہیں ہو جو ہم پر ہاتھ ڈال سکو۔"

Akram Allahabadi

"میں کب پولیس آفیسر نہیں تھا، پروفیسر آندرے۔"

"آندرے۔" بالے پھر چونکا۔

"ہاں۔ تم نیچے جاؤ۔" خان نے اسے دوبارہ تاکید کی۔

"معطلی کا ڈھونگ تو میرا ہی رچایا ہوا تھا تاکہ میں تمھیں تمھاری کامیابی کا یقین دلا کر اس خطرناک سازش کا سراغ لگا سکوں جس کے لیے تم نے اپنی لیبوریٹری تباہ کی۔ بیچارے ایک ایماندار اسسٹنٹ کو موت کے گھاٹ اتارا، کیونکہ اس نے تمھاری وطن دشمن سازش میں شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا اور پھر جس پلان کو کامیاب بنانے کے لیے تم نے ہمیں الزامات میں پھنسوا کر اور اپنے گھریلو ملازموں کی لاشوں کے چہرے بگڑوا کر نورالصباح کے ملبے میں انھیں پھنکوایا تھا۔"

"تم بک رہے ہو۔"

"ضرور بکتا، لیکن تم بھول گئے تھے کہ اس لاش میں ایک انگلی ایسی بھی تھی جو دو شاخیں رکھتی تھی، ورنہ شاید میں بھی اس مغالطے میں پڑ جاتا کہ یہ کام کسی اور گروہ کا ہے۔ تمھاری نازک نازک، چھوٹی چھوٹی، انگلیاں تو پہلے ہی دن غور سے دیکھ چکا تھا۔"

"تم اب بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"میں اس بات کے تمام ثبوت مہیا کر چکا ہوں کہ تم ایک دہشت پسند یہودی سائنس داں ہو اور تمام عرب دنیا کو فتح کرنے کے ارادے کی تکمیل کے لیے تم نے یہ روپ بنایا تھا، کیونکہ تم ایک بڑے مغربی ملک میں تربیت حاصل کرنے کے بعد خود ایٹم بم بنانا چاہتے تھے، جس کے لیے بڑے ملکوں نے تمھیں یورینیم فراہم کرانے سے انکار کر دیا تھا، اس لیے تم ہندوستان آئے اور مسٹر ڈیل کے معرفت تم نے ایک ہندوستانی یہودی، بلکہ ہندوستان کے ایٹمی قوت کے کمیشن کے تحقیقاتی لیبوریٹری میں سروس حاصل کی۔ ہمارے ملک میں ایٹمی سائنس کے ماہرین کم تھے، اس لیے تمھیں ابھرنے کو موقع ملا اور تم سب پر چھا گئے۔ تم نے نت

نئے پرامن تجربوں کے لیے ہندوستان کی سب سے قیمتی ایٹمی دولت یورینیم ست پڑے کے پہاڑوں سے نکلوا کر غلط ڈائریاں کیں اور یورینیم کی یہ قیمتی مقدار تم شوبکن گلیلو کیمیکلز کے خفیہ اسٹور روم میں جمع کراتے رہے۔کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہماری پہلی ملاقات کے دن ایوابرتن میں جو سیال چمکیلا مادہ لائی تھی وہ یورینیم کی صفائی کے بعد بچ رہنے والا کیمیکل نہیں تھا؟ میرے اسسٹنٹ نے میرے اشارے پر اس کی ایک قلیل مقدار اسی وقت ایک شیشی میں حاصل کرلی تھی جب تم لیبارٹریز میں اپنے اسسٹنٹ کی لاش کی گمشدگی کا فرضی واقعہ مجھے سنا رہے تھے۔ میں نے کمیشن کی لیبارٹریز کا اسٹاک رجسٹر چیک کیا ہے، پروفیسر۔تم نے لیبارٹریز سے پانچ پونڈ یورینیم حاصل کیا ہے جس کے صحیح استعمال کا کہیں پتا نہیں۔جانتے ہو اتنے یورینیم میں بیس ایٹم بم بنائے جاسکتے ہیں اور اس کی مجموعی قیمت دس کروڑ سے کم نہیں ہوتی۔ظاہر ہے کہ تمہاری موت کا یقین کرنے کے بعد کمیشن یورینیم کی اس مقدار کا حساب کس سے مانگتا؟ تمہیں فرار ہونے سے کون روک سکتا؟ ادویات ہمیشہ کے لیے ختم ہوجاتیں، بلکہ لوگ ایک بڑے سائنس دان کی موت کا ماتم کرتے رہ جاتے اور تم اپنی قوم کے وفاداروں کی مدد سے آرام سے اسرائیل میں بیٹھ کر ایٹم بم بناتے ہوتے۔"

"تم نہ جانے کیا بک رہے ہو۔شاید اس افسانے کے ساتھ تم اپنی کھوئی ہوئی ساکھ واپس لینے کی کوشش کروگے۔" ماسٹر برین نے پر اطمینان لہجے میں کہا۔

"نہیں، پروفیسر، نہیں۔تمہارا وہ چراغ الہ دین کا دیوڈیوڈ اپنے ساتھیوں سمیت میری قید میں ہے اور وہ آدمی جسے میرے میک اپ میں اس نے ڈروتھی کے ساتھ تصویر کھینچنے کے لیے استعمال کیا تھا، میرا ایک نائب تھا۔میں اس موقع کی ۱۶ ایم ایم کی فلم لے چکا ہوں اور شاید تمہیں یہ جان کر ہیجانِ قلب کا دورہ بھی پڑے گا کہ اس وقت تک تمہارے تمام مددگار گرفتار کیے جاچکے ہیں اور ڈروتھی زندہ سلامت میری حفاظت میں موجود ہے۔"

"میں نے جو کچھ کیا ہے، اپنی قوم کے لیے کیا ہے اور اپنی قوم کے لیے ہر قوم پرست

Akram Allahabadi

بڑی سے بڑی قربانیاں دے سکتا ہے۔" پروفیسر کے لہجے میں اب بھی سکون تھا۔

"شاباش، تو یونہی اقبال کرو نا۔ میں بھی اپنی قوم کے لیے تم جیسے بدمعاشوں کی چندھیاں بکھیر سکتا ہوں۔" خان نے پستول کو انگلیوں پر نچاتے ہوئے کہا۔

لیکن گفتگو یہیں تک پہنچی تھی کہ نیچے وہ فائرنگ کی آواز سن کر چونک پڑے۔ خان نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا، چندر کانت کچھ دور روڈ پر گر پڑا تھا اور بالے اپنا پستول صاف کرتا ہوا اسے غیر مہذب گالیاں سنا رہا تھا۔ خان کے کھڑکی کے پاس پہنچتے ہی ایوا نے بڑی پھرتی سے اپنی سنڈل اتار کر خان کے ہاتھ پر کھینچ ماری۔ حملہ غیر متوقع تھا، خان کے ہاتھ سے پستول چھوٹ گیا۔ پروفیسر نے فوراً ہی وہ ٹارچ گھما کر خان کے سر پر اس زور سے ماری کہ وہ تیورا کر گر پڑا۔

"جلدی کرو، ابھی جہاز کا ٹائم ہے۔" وہ ایوا کا ہاتھ تھام کر دروازے کی طرف گھسیٹتا ہوا بولا۔

"اور میں؟" صوفیہ نے گھبرا کر پوچھا۔

"تم کو بعد میں بلالوں گا۔"

"ارے چلے کہاں میری جان نظر بٹو۔" بالے یہ کہتا ہوا اندر گھس آیا۔ پروفیسر اس کا گھونسا نہ سہہ سکا۔ وہ فرش پر اوندھا گرا اور اس کی ناک سے خون بہنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

شام کو وہ ایک چارٹرڈ طیارے سے پروفیسر کے ساتھ چندر کانت، صوفیہ اور ایوا کو قیدیوں کی حیثیت سے لیے واپس لوٹ رہے تھے۔

"مگر وہ یورینیم کہاں چلا گیا آخر؟" بالے نے خان سے پوچھا۔

"کار کے چیمبر سے نکال کر میں نے اسے میسور پولیس کے حوالے کر دیا ہے۔ اب

وہ براہِ راست کمیشن کے پاس پہنچ جائے گا۔"

"ایک سوال میرے ذہن میں مدت سے چبھ رہا ہے۔"

"آپریشن کرالو۔"

"نہیں، میں سنجیدہ ہوں۔ مجھے یہ بتا دیجیے کہ اس دن ان گدھوں کی میٹنگ میں کیا آپ کو واقعی معلوم تھا کہ ماسٹر برین کون ہے اور کہاں ہے؟"

"ہمارے لیے یہ مائک اور ٹیلی وژن سسٹم نیا نہیں، لیکن وہ اسی فلیٹ کے دوسرے کمرے میں موجود تھا۔"

"باپ رے۔ اور آپ نے پھر بھی اسے نہیں پکڑا؟"

"اس سے زیادہ قیمتی یورینیم کا ذخیرہ تھا۔ اس دن اگر میں اسے گرفتار کر لیتا تو اس کی جگہ کوئی اور اس ذخیرے کو لے جاتا۔ کیونکہ صدیوں کے بعد یہودیوں کو ایک زمین، ایک حکومت ملی ہے اور وہ اس کے استحکام کے لیے بڑی سے بڑی قربانیاں دینے سے دریغ نہیں کر رہے۔"

"تو اس وقت تک آپ کو یورینیم کے اسٹاک کے قیام کا پتا نہیں تھا؟"

"تم احمقانہ سوالات سے گریز کیا کرو۔ یہی معلوم ہوتا تو معاملہ اتنا طول کیوں کھینچتا، میں کسی دن بھی اس پروفیسر کی گردن ناپ سکتا تھا۔"

"ڈروتھی زندہ ہے؟"

"ہاں۔ کیوں؟"

"میں کچھ مشورہ دینے والا تھا۔"

"فرمایے۔" خان نے منہ چبا کر پوچھا۔

"اب جب وہ آپ کے سامنے..."

"سور۔" خان نے اس کی گردن ناپی۔

Akram Allahabadi

''میرا مطلب تھا ایک شادی اور...''

''صوفیہ سے کرا دوں تمہاری شادی؟''

''کیا فائدہ، بچے بھی سب ننگے پیدا ہونگے۔'' بالے منہ بنا کر بولا۔

لیکن اسی وقت انھیں ہاسٹس کی چیخ نے چونکا دیا۔ اور جیسے ہی انھوں نے جا کر دیکھا، وہ خود حیران رہ گئے۔ ان چاروں کی نشستیں خالی تھیں۔

''کہاں گئے یہ لوگ؟'' خان اٹھ کر کلوک روم کی طرف جھپٹا، لیکن اس کے قدم درمیان میں ہی رک گئے۔ ہوا کے ایک تیز جھونکے نے اسے سب کچھ سمجھا دیا۔ دروازہ کھلا تھا اور ہاسٹس پھٹی پھٹی آنکھوں سے انھیں دیکھ کر نیچے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ ان میں چندر کانت بھی تھا، لیکن شاید اسے ملک سے غداری کرنے پر شرم آ گئی تھی، ورنہ خودکشی کرنا بھی جگر کا کام ہے۔

☆☆☆ ختم شد ☆☆☆

Akram Allahabadi